Spot CMYK#Waheed

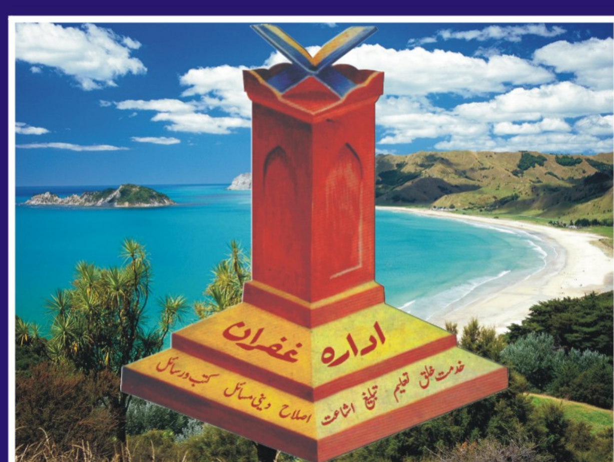

ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

بشرفِ دعا

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ

وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

ناظم
مولانا عبدالسلام

مدیر
مفتی محمد رضوان

مجلسِ مشاورت
مفتی محمد یونس، مفتی محمد امجد، حکیم محمد فیضان، غفار الحق

فی شمارہ............25 روپے
سالانہ..............300 روپے

خط وکتابت کا پتہ
ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959
راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

پبلشرز
محمد رضوان
سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 300 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ ''التبلیغ'' حاصل کیجئے

قانونی مشیر
الحاج غلام علی فاروق
(ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

ڈاک کا پتہ تبدیل ہو جانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جا سکے گا

برائے رابطہ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17
عقب پٹرول پمپ وچمڑا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان

فون: 051-5507530-5507270 فیکس: 051-5780728

www.idaraghufran.org

Email: idaraghufran@yahoo.com

ترتیب وتحریر

صفحہ

اداریہ ....وطنِ عزیز کے حالیہ انتخابات اور موجودہ سیاسی صورتحال.........مفتی محمد رضوان ۳

درسِ قرآن (سورہ بقرہ قسط ۴۱، آیت نمبر ۵۴)..... بنی اسرائیل کے اوپر ساتواں انعام.........// // ۶

درسِ حدیث ......جمعہ کی رات کی فضیلت واہمیت اور متعلّقہ مسائل (دوسری وآخری قسط)........// // ۹

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

ماہِ صفر: تیسری نصف صدی کی اجمالی تاریخ کے آئینے میں.........مولوی طارق محمود ۱۷

ربیعُ الاول مروّجہ رسموں کے تناظر میں.........مفتی محمد رضوان ۲۳

ووٹ کے آداب.........// // ۲۸

نکاح کی اہمیت اور طلاق کی مذمّت (دوسری وآخری قسط) **(اصلاحی خطاب)**.........// // ۳۰

پاکی ناپاکی کے مسائل (قسط ۱۱).........مفتی محمد امجد حسین ۴۰

معیشت اور تقسیمِ دولت کا فطری اسلامی نظام (قسط ۱۶).........// // ۴۵

اولاد کی تربیت کے آداب (قسط ۱۱).........مولانا محمد ناصر ۵۰

تقویٰ اور صادقین کی معیّت (تیسری وآخری قسط).....اصلاحی مجلس: حضرت نواب محمد عشرت علی خان صاحب ۵۴

مداہنت اور حق سے سکوت، فتنوں کا سبب (دوسری وآخری قسط).........مفتی محمد رضوان ۵۸

علم کے مینار.........سرگذشت عہدِ گُل (قسط ۵).........مولانا محمد امجد حسین ۶۱

تذکرۂ اولیاء:..... چند نیک بیبیوں کی نصیحتیں اور ان کے حالات.........امتیاز احمد ۶۸

پیارے بچو!.......... دین کا علم سیکھنے کے فائدے.........حافظ محمد ناصر ۷۲

بزمِ خواتین.......... زیب وزینت کی شرعی حیثیت اور حدود (دسویں وآخری قسط).....مفتی ابوشعیب ۷۵

آپ کے دینی مسائل کا حل..... خطبہ کے وقت ہاتھ میں عصا لینے کا شرعی حکم.........ادارہ ۷۹

کیاآپ جانتے ہیں؟.......... سوالات وجوابات.........ترتیب: مفتی محمد یونس ۸۴

عبرت کدہ.......... حضرت اسماعیل علیہ السلام (قسط ۲).........ابوجویریہ ۹۰

طب وصحت.......... چقندر (Beet Root) سلق.........حکیم محمد فیضان ۹۴

اخبارِ ادارہ.......... ادارہ کے شب وروز.........مولانا محمد امجد حسین ۹۶

اخبارِ عالم.......... قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں.........ابرار حسین ستی ۹۷

Rights of Fellowmen on the Day of Judgment.........// // ۹۹

Idara Ghufran

اداریہ　　　بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　　مفتی محمد رضوان

وطنِ عزیز کے حالیہ انتخابات اور موجودہ سیاسی صورتحال

وطنِ عزیز میں ۱۸/ فروری ۲۰۰۸ء بروز پیر کو قومی وصوبائی نشستوں کے انتخابات ہوئے، جس میں سابقہ حزبِ اقتدار اور صدر پرویز مشرف صاحب کی حمایت یافتہ جماعت ''ق لیگ'' کو غیر معمولی اور ان کی توقع کے خلاف ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔

ملک بھر سے پیپلز پارٹی نے پہلی اور نواز شریف کی مسلم لیگ نے دوسری پوزیشن حاصل کی، لیکن انفرادی طور پر کوئی بھی ایک جماعت اتنی نشستیں حاصل نہیں کرسکی جو آئینی طور پر حکومت سازی کے لئے درکار ہوتی ہیں، جس کے نتیجہ میں مخلوط حکومت کے وجود میں آنے کی توقع کی جارہی ہے۔

موجودہ انتخابات اور سیاسی صورتِ حال پر چند گزارشات ہم قارئین کو گوش گزار کرنا چاہتے ہیں۔

(۱)......حسبِ سابق اس مرتبہ بھی ووٹنگ کا ٹرن آؤٹ اور ووٹوں کا استعمال اوسطاً ۲۰ سے ۴۰ فیصد کے درمیان رہا، ایک رپورٹ کے مطابق ماضی میں ہمارے ملک میں کبھی بھی ۴۰ فیصد سے زیادہ ووٹ کا ٹرن آؤٹ نہیں ہوسکا۔

اس موقع پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہمارے ملک کا ۶۰ سے ۸۰ فیصدی وہ کونسا طبقہ ہے جو ہمیشہ ووٹ کے استعمال سے الگ تھلگ رہا ہے، اور اس نے ووٹ کے استعمال کی ضرورت نہیں سمجھی، اور اس کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟ تو غور کرنے اور جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ زیادہ تر دیندار اور پڑھے لکھے شرفاء وامراء کا طبقہ ہے۔

جہاں تک دیندار طبقہ کا تعلق ہے تو وہ یا تو ووٹ کے استعمال کو ہر حال میں دین کے خلاف سمجھتا رہا ہے، یا اس کے نزدیک کوئی بھی امیدوار اس قابل نہیں رہا کہ وہ ووٹ کا اہل اور مستحق ہو۔

اور رہا شرفاء وامراء کا طبقہ تو وہ یا تو ووٹ کے لئے سڑکوں اور گلیوں میں ووٹ ڈالنے کے لئے لگی قطاروں میں کھڑے ہونے کو اپنی شان کے خلاف سمجھتا رہا ہے، یا پھر اس نے اپنی دولت کے بل بوتے پر اس کی پرواہ ہی نہیں کی کہ حکمرانوں میں کون لوگ اور کس قسم کی جماعت آتی ہے۔ حالانکہ یہ طرزِ عمل اور سوچ غلط ہے اور اس کا نتیجہ ہے کہ ہمیشہ ملک میں بالعموم نااہل اور غیر ذمہ دار لوگ حکمرانوں کا انتخاب کر کے صلحاء

وشرفاءاورامراءسب کے لئے مسائل پیدا کرنے اور ملک کو دین سے دور کرنے کا باعث بنتے رہے ہیں۔

(۲)......انتخابات اور ووٹ کے سلسلہ میں ایک بات یہ بہت اہم ہے کہ جب جماعتی انتخابات ہورہے ہوں تو شخصی وذاتی کردار سے زیادہ جماعت کا منشور زیادہ اہمیت وتوجہ کا حامل ہوتا ہے۔

اوراس کے مقابلہ میں آزادامیدوار کی اتنی اہمیت نہیں ہوتی، کیونکہ وہ کسی قانونی یا غیر قانونی اعتبار سے اس چیز کا پابند نہیں ہوتا کہ وہ اپنے ذاتی مفادات واغراض کو دیکھتے ہوئے کسی غلط جماعت کے ساتھ شامل نہ ہوسکے، اس لئے عموماً آزادامیدوار منتخب ہوکر اپنے مفادات کی خاطر بہتر منشور والی جماعت کے مدمقابل جماعت کے ساتھ شامل ہوکر بہتر منشور والی جماعت کے نقصان کا باعث ہوسکتا ہے، اور ماضی میں کثرت سے ایسا ہوتا بھی رہا ہے۔

لہٰذا بہتر منشور کی جماعت کے ہوتے ہوئے آزادامیدوار کو ووٹ دینا ایک طرح سے بہتر منشور والی جماعت کو نقصان پہنچانے کے مترادف ہے، جس سے عام حالات میں بچنا چاہئے۔

(۳)......میاں نواز شریف کا سابقہ کردار اور موجودہ منشور دوسری بڑی موجود سیاسی جماعتوں کے مقابلہ میں بہتر رہا ہے۔ چنانچہ میاں نواز شریف صاحب کے دورِحکومت میں معاشی ترقی اور کئی اصلاحات بہت اہمیت رکھتی ہیں، اور نواز شریف صاحب کا اپنے منشور میں عدلیہ کی بحالی سمیت کئی ایسے ایشو تھے جن کا دوسری جماعتوں نے اپنے منشور میں ذکر تک نہیں کیا تھا۔

اس لحاظ سے میاں نواز شریف صاحب کی جماعت کو ملک میں جتنی نشستیں حاصل ہونا چاہئے تھیں اور عوام کو جس اہتمام کے ساتھ میاں صاحب کی جماعت کو ووٹ دینا چاہئے تھا اس کا حق ادا کرنے میں کوتاہی کا مظاہرہ ہوا، تاہم پھر بھی ملک کے باشعور اور سنجیدہ طبقے نے میاں صاحب کی جماعت کو کامیابی دلانے میں اپنا حق استعمال کیا۔

یہ تو اس صورتِ حال کے تناظر میں تبصرہ تھا جو عملاً ہمیں درپیش ہے، باقی اس پورے نظام اور مجموعی سسٹم کا جائزہ لیا جائے تو مروجہ مغربی جمہوری نظام بحیثیت ایک نظام کے اسلام کے نظامِ اجتماعی اور نظامِ تشکیلِ ریاست وحکومت سے بالکل مختلف بلکہ متصادم نظام ہے (جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں) لیکن بدقسمتی سے امتِ مسلمہ اپنے دین سے بالخصوص دین کے نظامِ اجتماعی، نظامِ تشکیلِ ریاست سے بہت دور جاچکی ہے، اوراس دوری کی حالت میں صدیوں کا سفر طے کرچکی ہے، آج مجموعی طور پر پوری امت مختلف غیر اسلامی

نظاموں کو اپنائے ہوئے ہے اور انہی کے زیرِ سایہ اپنی اجتماعی زندگی کا سیٹ اپ بنائے ہوئے ہے، ان نظاموں میں سے جمہوری نظام آج کی دنیا کا زیادہ پاپولر اور مقبول نظام ہے، اور یہ نظام آج کی دنیا کے دیگر آمرانہ قسم کے نظاموں سے اس لحاظ سے نسبتاً زیادہ متوازن ہے کہ اس میں شخصی آزادیوں اور مذہبی رواداریوں کی کافی زیادہ گنجائش ہے، جس میں ایک مسلمان اگر کم از کم اپنی نجی وانفرادی زندگی میں اسلام کے مطالبات اور احکامِ خداوندی کی بجاآوری کرنا چاہے تو کرسکتا ہے، بدقسمتی سے ہمارے ہاں جمہوریت بھی صحیح معنوں میں کبھی رائج ونافذ نہیں ہوئی، جمہوریت کے نام پر انتخابات کی شکل میں ایک کھیل اور ناٹک ضرور کھیلا جاتا ہے لیکن اس کی حیثیت محض ہاتھی کے دانتوں کی ہوتی ہے کہ ''کھانے کے اور دکھانے کے اور'' حکومتوں کی تشکیل اور اکھاڑ پچھاڑ کا اصل اختیار کچھ پس پردہ قوتوں کے پاس ہوتا ہے۔

اور پھر ہمارے ملک میں الیکشن کے دوران اور حکومت سازی کے مرحلے میں عوام اور امیدواروں کی جانب سے بھی اور خود سیاسی جماعتوں کی جانب سے بھی جس طرح ایک دوسرے کی کردار کشی، پروپیگنڈے، اوچھے ہتھکنڈے، ہارس ٹریڈنگ، لڑائی جھگڑے، تنازعات واختلافات، گروہی وجماعتی تعصّبات، دولت کا بے تحاشا ضیاع، قومی وسائل کا بے دریغ استعمال وغیرہ خرافات جس طرح ایک سیاسی کلچر اور قومی روایت کی شکل اختیار کرچکی ہیں، یہ ساری چیزیں نہ صرف یہ کہ ہمارے دین کے خلاف اور اسلامی اجتماعیت وبھائی چارے کے منافی ہیں، بلکہ یہ معاشی طور پر ملک وقوم کا دیوالیہ بھی نکال دیتی ہیں، اور اپنے نمائندوں کے چناؤ کی قیمت ملک کو مزید قرضوں کے بوجھ تلے دبنے، خزانہ کے کنگال ہونے اور قوم کو ٹیکسوں اور مہنگائی کی بھرمار ہونے کی شکل میں ادا کرنی پڑتی ہے۔

لیکن بہرحال جب تک یہ نظام مسلط ہے ''اَھْوَنُ الْبَلِیَّتَیْن'' کے تحت اس کے شر کو کم کرنے اور خیر وبھلائی کو اوپر لانے میں اسی نظام کے تحت جو کچھ ہوسکتا ہے، اس سے بھی ہاتھ کھینچ لینا غیر جانبداری نہیں بلکہ شر کے پلڑے کو بھاری کرنے میں بالواسطہ حصہ دار بننا ہے۔

ہمیں اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ ہمارے ملک میں حالات بہتر ہوں گے اور جبر واستبداد میں کمی واقع ہوگی۔ اور ملک میں جو خانہ جنگی کے حالات تھے، ان سے نجات حاصل ہوگی۔

اس وقت دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اب ملک میں جو حکومت عطا فرمائیں وہ ملک وملت کے حق میں بہتر ہو اور اسے پائیداری واستحکام حاصل ہو۔ فقط محمد رضوان۔

درسِ قرآن (سورہ بقرہ قسط۴۱،آیت نمبر۵۴) مفتی محمد رضوان

بنی اسرائیل کے اوپر ساتواں انعام

وَاِذْقَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ یٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْٓا اِلٰی بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ. ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ عِنْدَبَارِئِكُمْ فَتَابَ عَلَیْكُمْ. اِنَّهٗ هُوَالتَّوَّابُ الرَّحِیْمُ (۵۴)

ترجمہ: ’’اور (یاد کرواس وقت کو) جب موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم! بے شک تم نے بچھڑے کو معبود بنا کر اپنا نقصان کیا؛ لہٰذا تم اپنے پیدا کرنے والے کی بارگاہ میں توبہ کرو، اور اپنی جانوں کو قتل کرو، یہ تمہارے لیے بہتر ہے تمہارے پیدا کرنے والے کے نزدیک؛ پھر اُس پیدا کرنے والے نے تمہاری توبہ قبول فرمائی؛ بے شک وہ بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا ہے اورنہایت مہربان ہے‘‘ (ترجمہ ختم)

تفسیر وتشریح

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو اس بات کا احساس دِلایا کہ تم نے سامری کے بنائے ہوئے بچھڑے کی پوجا کر کے بڑی حماقت کا کام کیا ہے کہ جب ایک انسان یعنی فرعون کی پرستش کفر اور شرک تھی،تو کیا ایک حیوان کی پرستش اور پوجا کفر اور شرک نہ ہوگی؟

موسیٰ علیہ السلام کے احساس دِلانے پر بنی اسرائیل کو اپنی غلطی کا احساس ہوگیا؛ جیسا کہ سورۂ اعراف میں اس کا ذکر اس طرح ہے:

وَلَمَّا سُقِطَ فِیْٓ اَیْدِیْهِمْ وَرَاَوْااَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْا قَالُوْ لَئِنْ لَّمْ یَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَیَغْفِرْلَنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ (سورۃ اعراف آیت نمبر ۱۴۹)

’’اور جب وہ ہوش میں آئے (اور اپنی حماقت پر متنبہ ہوئے اور اپنی اس حرکت پر نادم اور پشیمان ہوئے؛ گویا کہ ندامت اور پشیمانی ان کے ہاتھوں میں آ کر اس طرح گری کہ جیسے کوئی چیز سامنے ہو) اور وہ سمجھ گئے کہ یقیناً (وہ اس حرکت سے) گمراہ ہوگئے،تب انہوں نے کہا

کہ اگر ہم پر ہمارے ربّ نے رحم نہ کیا اور ہمیں معاف نہ کیا تو ہم بالکل نقصان میں پڑ جانے والے ہوں گے‘‘

جب بنی اسرائیل نے اپنی غلطی پر معافی مانگی تو اللہ تعالیٰ نے اُن پر احسان فرماتے ہوئے معافی کا طریقہ مقرر فرما دیا۔اس آیت میں اُسی معافی کے طریقے کا بیان ہے:

فَتُوْبُوْٓا اِلٰی بَارِئِکُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَکُمْ.

’’تم اپنے پیدا کرنے والے کی بارگاہ میں توبہ کرو،اور اپنی جانوں کو قتل کرو‘‘

لیکن کیونکہ سامری کے بنائے ہوئے بچھڑے کے مجسمہ کی پوجا کرنے میں بنی اسرائیل تین گروہوں میں تقسیم ہوگئے تھے،ایک گروہ حضرت ہارون علیہ السلام اور اُن کی پیروی کرنے والوں کا تھا،جنہوں نے خود بھی بچھڑے کی پوجا نہ کی اور دوسرے لوگوں کو بھی بچھڑے کی پوجا سے روکا۔دوسرا گروہ اُن لوگوں کا تھا جنہوں نے اگرچہ خود تو بچھڑے کی پوجا نہ کی لیکن دوسرے لوگوں کو بھی بچھڑے کی پوجا سے منع نہیں کیا۔ تیسرا گروہ سامری اور اُس کی پیروی کرنے والوں کا تھا،جنہوں نے خود بھی بچھڑے کی پوجا کی اور دوسروں کو بھی بچھڑے کی پوجا کرنے کی دعوت دی۔

پہلے گروہ نے کیونکہ گناہ نہیں کیا تھا،اس لیے اُنہیں توبہ کی ضرورت بھی نہیں تھی۔

البتہ دوسرے گروہ کا یہ گناہ تھا کہ اپنی قوم کے لوگوں کو گناہ کرنے سے روکا نہیں تھا،اور ظاہر ہے کہ نیکی کا حکم کرنا اور بُرائی سے روکنا یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرض تھا،اور فرض کا چھوڑنا گناہ ہے؛ اور تیسرے گروہ نے بچھڑے کی پوجا کرنے کا گناہ کیا تھا۔

تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دوسرے اور تیسرے گروہوں کے لیے توبہ کا یہ طریقہ مقرر ہوا کہ دوسرے گروہ والے تیسرے گروہ یعنی سامری اور اُس کی پیروی کرنے والوں کو قتل کریں،تاکہ دوسرے گروہ والوں کی توبہ اپنے عزیز واقارب اور رشتہ داروں کو اپنے ہاتھوں سے قتل کر کے مکمل ہو اور تیسرے گروہ والوں کی توبہ اپنا قتل کرا کر مکمل ہو۔

جب موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ توبہ کا طریقہ بتایا تو سب نے کہا کہ ہم اللہ کے حکم پر راضی ہیں،چنانچہ سب جمع ہوگئے،جس گروہ نے بچھڑے کی پوجا نہیں کی تھی اُس نے خنجروں سے بچھڑے کی پوجا کرنے والے گروہ کو قتل کرنا شروع کیا اور مقتولین کی تعداد ستر ہزار ہوگئی،اس

Iqra Ghufran

پر حضرت موسیٰ اور ہارون نے نہایت تضرع اور عاجزی کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے معافی کی درخواست کی۔ اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی، اور قتل ہونے والوں کو نہ صرف یہ کہ معاف فرمایا بلکہ شہادت کا درجہ عطا فرمایا اور جو لوگ زندہ رہ گئے، اُنہیں گناہوں سے پاک فرما دیا (معارف القرآن ادریسی، بتغیر)

---

[1] فلما أمرهم موسى بالقتل قالوا: نصبر لأمر الله فجلسوا بالأفنية محتبين، وقيل لهم: من مد حبوته أو مد طرفه الى قاتله او أتقاه بيد أو رجل فهو ملعون مردودة توبته، وأصلت القوم عليهم الخناجر، فكان الرجل يرى ابنه وأباه وأخاه وقريبه وصديقه وجاره فلم يمكنهم المضى لأمر الله تعالىٰ، قالوا ياموسىٰ! كيف نفعل؟ فأرسل الله تعالىٰ عليهم ضبابة وسحابة سوداء لايبصر بعضهم بعضا فكانوا يقتلونهم الى المساء، فلما كثر القتل دعا موسى وهارون عليهما السلام وبكيا وتضرعا وقالا يارب! هلكت بنواسرائيل، البقية البقية، فكشف الله تعالىٰ السحابة وأمرهم ان يكفوا عن القتل فتكشفت عن ألوف من القتلى.

يروى عن على رضى الله عنه انه قال: كان عدد القتلى سبعين الفا فاشتد ذلک علىٰ موسى فأوحى الله تعالىٰ اليه، اما يرضيک أن ادخل القاتل والمقتول الجنة، فكان من قتل منهم شهيدا ومن بقى مكفرا عن ذنوبه فذالک قوله تعالىٰ "فتاب عليكم" أى ففعلتم ما أمرتم به فتاب عليكم فتجاوز عنكم (تفسير البغوى، آيت ۵۴، سورة البقرة، وهٰكذا فى التفسير الطبرى، جزء ۲ صفحه ۷۳)

درسِ حدیث

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

مفتی محمد رضوان

جمعہ کی رات کی فضیلت واہمیت اور متعلِّقہ مسائل

(دوسری وآخری قسط)

حفظِ قرآن کے لیے شبِ جمعہ میں ایک خاص عمل

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ حضرت علی بھی آگئے اور آکر عرض کرنے لگے کہ اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوجائیں، قرآن پاک میرے سینے سے نکلا جاتا ہے جو یاد کرتا ہوں وہ محفوظ نہیں رہتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے فرمایا کہ:

اے ابوالحسن (یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے) کیا میں تمہیں ایسے کلمات نہ سکھادوں کہ جن کے ذریعہ اللہ تمہیں بھی نفع دے گا اور جنہیں تم وہ کلمات سکھاؤ گے انہیں بھی نفع دیگا اور جو تم سیکھو گے وہ تمہارے سینے میں محفوظ رہے گا (حضرت) علی (رضی اللہ عنہ) نے عرض کیا کہ جی ہاں اے اللہ کے رسول! (ضرور سکھلا دیجئے) چنانچہ آپ نے فرمایا کہ جب شبِ جمعہ آئے اور تم رات کے آخری تہائی حصے میں اٹھ سکو تو یہ بہت ہی اچھا ہے کہ یہ وقت فرشتوں کے نازل ہونے کا ہے اور دعا اس وقت میں خاص طور سے قبول ہوتی ہے، اسی وقت کے انتظار میں میرے بھائی یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے کہا تھا سَوۡفَ اَسۡتَغۡفِرُ لَکُمۡ رَبِّیۡ (عنقریب میں تمہارے لیے اپنے رب سے مغفرت طلب کروں گا) آپ کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ شبِ جمعہ آنے دو پھر استغفار کروں گا۔

(حضور ﷺ نے پھر فرمایا) اگر اس وقت جاگنا دشوار ہو تو آدھی رات کے وقت، اور اگر یہ بھی نہ ہوسکے تو شروع رات ہی میں کھڑے ہوکر چار رکعات نفل اس طرح پڑھو کہ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ یٰسٓ پڑھو، دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ دخان پڑھو (اور ایک روایت میں ہے کہ سورۂ الم سجدہ پڑھو) تیسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ الٓم

سجدہ پڑھو(اور ایک روایت میں ہے کہ سورۂ دخان پڑھو) [1]

اور چوتھی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ ملک پڑھو، جب التحیات سے فارغ ہو جاؤ تو اول حق تعالیٰ شانہٗ کی خوب خوب حمد وثناء کرو پھر مجھ پر اور تمام انبیائے کرام پر درود بھیجو پھر تمام مومن مرد وعورت کے لیے نیز اپنے مسلمان بھائیوں کے لیے جو فوت ہو چکے ہیں استغفار کرو (مثلاً یہ دعا پڑھو ''اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ'') اور اس کے بعد یہ دعا پڑھو۔

اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنِیْ بِتَرْکِ الْمَعَاصِیْ اَبَدًا مَّآ اَبْقَیْتَنِیْ وَارْحَمْنِیْٓ اَنْ اَتَکَلَّفَ مَا لَایَعْنِیْنِیْ وَارْزُقْنِیْ حُسْنَ النَّظَرِ فِیْمَا یُرْضِیْکَ عَنِّیْ، اَللّٰھُمَّ بَدِیْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ وَالْعِزَّۃِ الَّتِیْ لَاتُرَامُ اَسْئَلُکَ یَااَللّٰہُ یَارَحْمٰنُ بِجَلَالِکَ وَنُوْرِوَجْھِکَ اَنْ تُلْزِمَ قَلْبِیْ حِفْظَ کِتَابِکَ کَمَا عَلَّمْتَنِیْ وَارْزُقْنِیْٓ اَنْ اَتْلُوَہٗ عَلَی النَّحْوِالَّذِیْ یُرْضِیْکَ عَنِّیْ اَللّٰھُمَّ بَدِیْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ وَالْعِزَّۃِ الَّتِیْ لَاتُرَامُ اَسْئَلُکَ یَااَللّٰہُ یَارَحْمٰنُ بِجَلَالِکَ وَنُوْرِوَجْھِکَ اَنْ تُنَوِّرَبِکِتَابِکَ بَصَرِیْ وَاَنْ تُطْلِقَ بِہٖ لِسَانِیْ وَاَنْ تُفَرِّجَ بِہٖ عَنْ قَلْبِیْ وَاَنْ تَشْرَحَ بِہٖ صَدْرِیْ وَاَنْ تَغْسِلَ بِہٖ بَدَنِیْ فَاِنَّہٗ لَایُعِیْنُنِیْ عَلَی الْحَقِّ غَیْرُکَ وَلَایُؤْتِیْہِ اِلَّااَنْتَ وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَاِلَّابِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ

ترجمہ: ''اے الٰہ العالمین مجھ پر رحم فرما کہ جب تک میں زندہ رہوں گناہوں سے بچتا رہوں اور مجھ پر رحم فرما کہ میں بیکار چیزوں میں کلفت نہ اٹھاؤں اور اپنی مرضیات میں خوش نظری مرحمت فرما، اے اللہ اے زمین اور آسمانوں کے بے نمونہ پیدا کرنے والے، اے عظمت اور بزرگی والے اور اس غلبہ یا عزت کے مالک جس کے حصول کا ارادہ بھی ناممکن ہے، اے اللہ اے رحمٰن میں تیری بزرگی اور تیری ذات کے نور کے طفیل تجھ سے مانگتا ہوں کہ جس طرح تو نے اپنی (کتاب) کلام پاک مجھے سکھا دی اسی طرح اس کی یاد بھی میرے دل سے چسپاں کر دے اور مجھے توفیق عطا فرما کہ میں اس کو اس طرح پڑھوں جس سے تو راضی ہو جائے اے

[1] کیونکہ قرآن مجید میں ترتیب کے لحاظ سے سورۂ الم سجدہ پہلے ہے اور سورۂ دخان بعد میں ہے، اس لیے دوسری رکعت میں الم سجدہ اور تیسری میں سورۂ دخان پڑھنا قواعد کے مطابق اور زیادہ بہتر معلوم ہوتا ہے۔

اللہ زمین اور آسمانوں کے لیے نمونہ پیدا کرنے والے، اے عظمت اور بزرگی والے اور اس غلبہ یا عزت کے مالک جس کے حصول کا ارادہ بھی ناممکن ہے، اے اللہ! اے رحمٰن! میں تیری اور تیری ذات کے نور کے طفیل تجھ سے مانگتا ہوں کہ تو میری نظر کو اپنی کتاب کے نور سے منور کردے اور میری زبان کو اس پر جاری کردے اور اس کی برکت سے میرے جسم کے گناہوں کا میل کچیل دھودے کہ حق پر تیرے سوا میرے کوئی مددگار نہیں اور تیرے سوا میری یہ آرزو کوئی پوری نہیں کرسکتا اور گناہوں سے بچنے یا عبادت کرنے پر قدرت نہیں ہوسکتی مگر اللہ برتر و بزرگی والے کی مدد ہی کی برکت سے (دعا کا ترجمہ ختم ہوا)

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوالحسن (علی) اس عمل کو تین جمعہ یا پانچ جمعہ یا سات جمعہ کرو۔ اللہ کے حکم سے دعا ضرور قبول ہوگی، قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے مجھے نبی بنا کر بھیجا ہے کسی مومن سے بھی دعا کا قبول ہونا نہ چوکے گا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما (جو اس حدیث کے راوی ہیں) فرماتے ہیں کہ (حضرت) علی (رضی اللہ عنہ) کو پانچ یا سات جمعے ہی گزرے ہونگے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی جیسی مجلس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اس عمل کے کرنے سے پہلے میں تقریباً چار آیتیں پڑھتا تھا وہ بھی مجھے یاد نہیں ہوتی تھیں اور اب تقریباً چالیس آیتیں پڑھتا ہوں اور ایسی اَزبَر یاد ہوجاتی ہیں کہ گویا قرآن مجید میرے سامنے کھلا ہوا موجود ہے اور اس عمل کے کرنے سے پہلے میں حدیث سنتا تھا اور جب اس کو دوبارہ کہتا تھا تو ذہن میں نہیں رہتی تھی اور اب احادیث سنتا ہوں اور جب دوسروں سے نقل کرتا ہوں تو ایک لفظ بھی نہیں چھوٹتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر (حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بات سن کر) فرمایا رَبِّ کعبہ کی قسم ابوالحسن (علی) (پختہ) ایمان والا ہے (ترمذی واللفظ لہٗ، مستدرک حاکم، امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب قرار دیا ہے، کنزالعمال وابن السنی فی عمل الیوم واللیلۃ)

فائدہ: ملحوظ رہے کہ اس حدیث کی سند پر محدثین نے غیر معمولی کلام کیا ہے، اس لیے اس عمل کے سنت ہونے کا عقیدہ نہ رکھا جائے، البتہ اس حدیث میں مذکور دعا کے کلمات بہت جامع ہیں، ان کو پڑھنا فائدہ

سے خالی نہیں، خصوصاً حفاظِ کرام کے لیے۔ ۱

اور شبِ جمعہ کی فضیلت اس حدیث کی سند کے مضبوط ہونے پر موقوف نہیں، وہ دوسرے معتبر دلائل سے ثابت ہے۔

جمعہ کی رات سے متعلق چند تنبیہات ومنکرات

کیا شبِ جمعہ کو عبادت کے ساتھ خاص کرنا منع ہے؟

یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ بعض روایات میں جمعہ کی رات کو قیام وعبادت کے ساتھ خاص کرنے کی ممانعت آئی ہے، تو پھر شبِ جمعہ میں عبادت، اور دعا واستغفار میں مشغولی کیسے جائز ہوگی؟

جیسا کہ ایک حدیث میں حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

لَا تَخْتَصُّوا لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ بِقِيَامٍ مِّنْ بَيْنَ اللَّيَالِي وَلَاتَخُصُّوْا يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِصِيَامٍ مِّنْ بَيْنَ الْاَيَّامِ اِلَّااَنْ يَكُوْنَ فِيْ صَوْمٍ يَصُوْمُهُ اَحَدُكُمْ (مسلم ،زيادة الجامع الصغير حرف الام الف،مسلم، كتاب الصيام،باب كراهة صيام الجمعة منفردا، كنز العمال ج۸،رقم حديث ۲۳۹۰۸)

ترجمہ: ''تم جمعہ کی رات کو دوسری راتوں کے مقابلہ میں قیام (وعبادت) کے ساتھ خاص نہ

---

۱ قال المنذری فی الترغیب بعد ذکر هٰذا الحدیث: ونقل کلام الترمذی هٰذا مالفظه: ورواه الحاکم وقال صحیح علیٰ شرطهما الا انه قال یقرأ فی الثانیة بالفاتحة وألم السجدة وفی الثالثة بالفاتحة والدخان عکس مافی الترمذی، وقال فی الدعاء وأن تشغل به بدنی مکان وأن تستعمل وهو کذلک فی بعض نسخ الترمذی ومعناهما واحد وفی بعضها وأن تغسل قال طرق أسانید هٰذا الحدیث جیدة ومتنهٗ غریب جداً انتهیٰ.

وقال الشوکانی فی الفوائد المجموعة بعد ذکر حدیث ابن عباس هٰذا: رواه الدار قطنی عن ابن عباس عن علی مرفوعاً وقال تفرد به هشام بن عمار عن الولید بن مسلم. قال ابن الجوزی: الولید یدلس تدلیس التسویة ولا اتهم به الا النقاش یعنی محمد بن الحسن بن محمد المقری شیخ الدارقطنی . قال ابن حجر هذا الکلام تهافت والنقاش برئ من عهدته فان الترمذی أخرجه فی جامعه من طریق الولید به انتهیٰ. قال فی اللآلی واخرجه الحاکم عن ابی النضر الفقیه وأبی الحسن سلیمان بن عبدالرحمان الدمشقی عن الولید بن مسلم عن ابن جریج عن عطاء وعکرمة عن ابن عباس به وقال صحیح علی شرط الشیخین ولم ترکن النفس الی مثل هٰذا من الحاکم فالحدیث یقصر عن الحسن فضلاً عن الصحة وفی الفاظه نکارة أنتهیٰ (تحفة الأحوذی، باب فی دعاء الحفظ، جزء ۸ صفحه ۲۶۷)

کرواور نہ جمعہ کے دن کو دوسرے دنوں کے مقابلہ میں روزے کے ساتھ خاص کرو، مگر یہ کہ جمعہ کا دن ایسی تاریخ میں واقع ہو کہ اس دن کوئی روزہ رکھا کرتا ہو (ترجمہ ختم)

اس کے جواب میں عرض ہے کہ محدثین نے فرمایا کہ اس حدیث کا صحیح مطلب یہ ہے کہ جمعہ کی رات میں اپنی طرف سے کوئی خاص نماز یا ایسی عبادت مقرر کرنا جائز نہیں جس کے بارے میں خاص جمعہ کی رات کے حوالے سے شرعاً کوئی ثبوت نہ ہو، مگر جن چیزوں کا خاص اس رات کے حوالے سے شرعی ثبوت موجود ہے (مثلاً سورہ کہف، درود شریف اور دیگر اذکار و اوراد اور دعا و استغفار، جن کے بارے میں احادیث وروایات سے خاص اس رات کا ثبوت موجود ہے) وہ اس رات میں انجام دینا جائز ہیں۔

نیز یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ جمعہ کی رات میں اتنی زیادہ عبادت کرنا جائز نہیں ہے جس کی وجہ سے جمعہ کے دن کے اعمال میں کمزوری اور خلل واقع ہو اور اگر جمعہ کی رات میں عبادت سے جمعہ کے دن کے اعمال میں کمزوری اور خلل واقع نہ ہو تو اس حد تک عبادت کی کوئی ممانعت نہیں۔

اسی طرح خاص کرنے کی ممانعت اس صورت میں ہے کہ صرف اس ایک رات عبادت کر کے باقی راتوں میں بالکل عبادت نہ کی جائے، اور کوئی شخص اس ایک رات عبادت کو کافی سمجھ کر باقی دِنوں اور راتوں میں عبادت سے بالکل بے توجہی اختیار کر لے، جیسا کہ حدیث میں مذکور خاص کرنے کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے۔ [۱]

شبِ جمعہ میں مختلف منکرات

شبِ جمعہ کے جو فضائل و برکات احادیث وروایات میں بیان کیے گئے ہیں ان کا تقاضا یہ تھا کہ اس رات

[۱] قال النووی فی هذا الحديث نهی صريح عن تخصيص ليلة الجمعة بصلاة من بين الليالی وهذا متفق عليه واستدل به العلماء على كراهة هذه الصلاة المبتدعة المسماة بالرغائب وقد صنف العلماء مصنفات فی تقبيحها وتضليل واضعها اه ولعل وجه النهی عن زيادة العبادة على العادة فی ليلة الجمعة ابقاء للقوى على القيام بوظائف يوم الجمعة والله اعلم (مرقاة المفاتيح ج ۴ ص ۲۹۵)

فيه دليل على كراهة تخصيص ليلة الجمعة بالعبادة بصلٰوة وتلاوة غير معتادة الاماورد به النص على ذلك كقراءة سورة الكهف فانه ورد تخصيص ليلة الجمعة بقراء تها وسوراخر وردت بهااحاديث فيها مقال وقددل هذا بعمومه على عدم مشروعية صلوة الرغائب فی اول ليلة جمعة من رجب ولوثبت حديثها لكان مخصصا لها من عموم النهی لكن حديثها تكلم العلماء عليه وحكموا بانه موضوع كذافی شرح بلوغ المرام (فتح الملهم ج ۳ ص ۱۵۵)

میں اللہ کی عبادت کی جائے، اللہ کو راضی کیا جائے اور اس سے خیر و برکت، مغفرت و عافیت، صحت و سلامتی کی دعائیں مانگی جائیں تاکہ اس رات کی برکت سے دعائیں قبول ہوں۔

لیکن اس کے برعکس اس رات کی انتہائی ناقدری کرتے ہوئے بعض لوگ آج کل اسے لہو و لعب کی نذر کر دیتے ہیں، خصوصاً ان علاقوں میں جہاں جمعہ کے روز چھٹی کا معمول ہے، بعض لوگ اس رات ذرائع ابلاغ پر مختلف غیر شرعی پروگرام دیکھتے رہتے ہیں۔ بہت سے لوگ کیرم، شطرنج اور دیگر کھیل تماشوں میں ساری رات گزار دیتے ہیں۔ نوجوان نسل جگہ جگہ فلڈ لائٹیں لگا کر ساری رات میچ کھیلتی رہتی ہے جس سے اپنا وقت تو ضائع کرتے ہی ہیں دوسروں کا راحت و آرام بھی برباد کرتے ہیں۔

بہت سے لوگ اگلے دن چھٹی ہونے کی وجہ سے اس رات مختلف قسم کی تقریبات منعقد کرتے ہیں اور ان میں موسیقی، گانا، بجانا، تصویر سازی، اور بے پردگی و تضییعِ اوقات جیسے گناہوں میں مبتلا ہوتے ہیں، اور پھر صبح برکت کے وقت غفلت کی نیند سو جاتے ہیں اور اس طرح اس رات کی برکات سے محروم رہنے کی ساتھ ساتھ گناہوں کا بوجھ بھی سروں پر لاد تے ہیں، یہ بڑے ہی نقصان اور گھاٹے کا سودا ہے، جس کا مرنے کے بعد ہی پورا پورا احساس ہوگا۔

لہٰذا اگر کسی کو جمعہ کی رات میں دعا و استغفار وغیرہ کی توفیق نہ ہو سکے تو کم از کم اس رات کو فضولیات، خرافات اور گناہوں کی نذر کرنے سے تو بچانا ہی چاہیے۔

جمعرات کو ایصالِ ثواب کی تخصیص اور مختلف ختم دینا

آج کل بہت سے لوگوں نے جمعرات کو مُردوں کے ایصالِ ثواب کے لیے خاص کر لیا ہے، اور یہ عقیدہ بنالیا ہے کہ مُردوں کے ایصالِ ثواب کے لیے شبِ جمعہ کی زیادہ اہمیت و فضیلت ہے، حالانکہ یہ بات شریعت سے ثابت نہیں۔

چہ جائیکہ مختلف ختم وغیرہ کی ایصالِ ثواب کے ساتھ پیوند کاری کر کے مزید بدعات بھی ساتھ جمع ہو جائیں، مثلاً کھانا سامنے رکھ کر اس پر مختلف قسم کے ختم پڑھوانا، اور کھانے کو خاص کر لینا، ایسی بدعات کے ایصالِ ثواب میں پیوند کاری کر لینے کے بعد ایصالِ ثواب کی روح فوت ہو جاتی ہے، اور ثواب کے بجائے گناہ کا وبال سر آتا ہے۔

جب شریعت نے جمعرات یا کھانے کی تخصیص نہیں کی اور نہ ہی کھانا سامنے رکھ کر اس پر پڑھنے کا حکم دیا تو

ان چیزوں اور جمعرات اور کھانے کی تخصیص کے بغیر جب چاہیں صدقہ خیرات اور نوافل وتلاوت وغیرہ کی شکل میں ایصالِ ثواب کی سہولت سے فائدہ اُٹھانا چاہیے، اوران پابندیوں کو چھوڑ دینا چاہیے۔

جمعرات کومُردوں کی روحیں آنے کا عقیدہ

بعض لوگوں کا عقیدہ ہے کہ جمعرات میں مُردوں کی روحیں گھروں میں آتی ہیں اور اپنے ایصالِ ثواب کے لیے کھانے وغیرہ کا آکر انتظار کرتی ہیں۔

یہ عقیدہ بھی خودساختہ ہے، شریعت میں کہیں بھی یہ عقیدہ ثابت نہیں، ظاہر ہے کہ روحوں کا آنا یا تو دیکھنے اور مشاہدہ کرنے سے ثابت ہوگا اور یا وحی سے، اور مشاہدہ تو ظاہر ہے کہ نہیں ہے، کیونکہ کسی کو بھی اس رات میں مُردوں کی روحیں گھروں میں آئی ہوئی نظر نہیں آتیں، رہ گیا معاملہ وحی کا تو اُس سے بھی کہیں ثابت نہیں، بلکہ وحی سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ روحیں یہاں نہیں آتیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ

مطلب یہ ہے کہ روح اور اس عالمِ دنیا کے درمیان قیامت تک کے لئے ایک پردہ ہے جو اُس کو اِس طرف نہیں آنے دیتا (خطباتِ حکیم الامت ج۱۹ بتغیر) [۱]

جمعہ کی رات کومزارات پرلنگرتقسیم کرنا

ایصالِ ثواب کو جمعرات کے دن خاص سمجھنے کے عقیدہ کی وجہ سے آج کل بعض مزاروں پر لَنگر کے نام سے مختلف دیگیں اور کھانے تیار کر کے لوگوں میں تقسیم کیے جاتے ہیں، جس میں بعض لوگوں کا عقیدہ ایصالِ ثواب سے ہَٹ کر صاحبِ مزار کا قُرب اور اس کی خوشنودی حاصل کرنا اور اپنے نفع ونقصان میں صاحبِ مزار کو مؤثر سمجھنا ہوتا ہے، جو کہ سراسر غلط عقیدہ ہے۔

اگر صاحبِ مزار کو نفع ونقصان کا مالک سمجھ کر اس کو راضی کرنے اور اس کا قرب حاصل کرنے کے لئے یہ رسم کی گئی تو یہ کھانا بھی حرام ہے۔

---

[۱] ہاں اگر خرقِ عادت کے طور پر بعض کو اجازت ہوجاوے تو وہ دوسری بات ہے۔ جیسے شہداء کو تو یہ آنا بطورِ کرامت کے ہوگا لیکن کرامت دائمی اور اختیاری نہیں ہوتی اور وہ جو اختیاری ہوتا ہے اس کا نام تصرف ہے کیونکہ کرامت تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی ولی کا کسی طور سے بذریعہ کسی خارق کے اعزاز ظاہر فرمادیں اسی لئے بعض مرتبہ صاحبِ کرامت کو بھی کرامت کی خبر تک نہیں ہوتی ......غرض کہ کرامت اختیاری اور دائمی نہیں ہوا کرتی اور تصرفاتِ اختیاری روح کے لئے کسی دلیل سے ثابت نہیں اور بلا دلیل اعتقاد جائز نہیں (خطباتِ حکیم الامت ج۱۹ص۴۶ تا۴۷ ملخصاً، بعنوان آدابِ انسانیت، وعظ ذمِ ہویٰ)

اور اگر اس عقیدہ کے ساتھ نہ ہو، تو بھی اس کھانے کو لینے سے پرہیز کرنا چاہئے، اس صورت میں ایک گناہ کے کام کی تائید ہے، کیونکہ اگر اس کھانے کو استعمال کرنے اور لینے والے رک جائیں تو پھر اس رسم کو انجام دینے اور اس قسم کا کھانا بنانے والے بھی یقیناً رک جائیں گے۔

شبِ جمعہ میں مزارات پر جانا

بعض لوگ مرد ہوں یا عورتیں جمعہ کی رات اولیائے کرام اور بزرگانِ دین کے مزارات پر حاضری کا بہت اہتمام کرتے ہیں، اور دُور دُور سے اس غرض کے لیے آتے ہیں اور اوپر سے منکرات وخرافات کا ارتکاب کرتے ہیں۔

انہیں سمجھ لینا چاہیے کہ اول تو اس رات میں مزارات پر جانے کو ضروری سمجھنا ہی جائز نہیں ہے، کیونکہ شرعاً اس کا کوئی ثبوت نہیں، چہ جائیکہ غلط عقیدہ رکھا جائے، دوسرے عورتوں کو مزارات پر جانا جائز نہیں، اس لیے نہ تو اس شب میں مزارات پر حاضری کو ضروری خیال کرنا چاہیے اور نہ ہی عورتوں کو مزارات پر جانا چاہئے؛ اور جب کبھی مزارات پر جانے کی توفیق ہو تو ہر قسم کی بدعات سے بچنا چاہیے۔

جمعہ کی رات کی مخصوص نمازوں کا حکم

بعض لوگوں نے جمعہ کی رات کے لیے مخصوص قسم کی نمازیں منتخب کر رکھی ہیں، اور اس سلسلہ میں بطورِ ثبوت کچھ روایات بھی پیش کی جاتی ہیں، مگر یاد رکھنا چاہیے کہ وہ روایات موضوع اور گھڑی ہوئی ہیں، اور اس رات میں شرعاً کسی خاص قسم کی نمازوں کا کوئی ثبوت نہیں، محدثین نے اس پر تفصیل سے بہت کچھ لکھا ہے؛ لہٰذا جمعرات کی رات میں خاص قسم کی نمازیں پڑھنے سے پرہیز کرنا چاہیے۔

شبِ جمعہ میں تبلیغی مرکز میں قیام کرنے کا حکم

بعض علاقوں میں جمعہ کے روز چھٹی ہونے کی وجہ سے شبِ جمعہ میں تبلیغی مراکز میں بیان ہوتا ہے، اور لوگ آ کر بیان سُنتے ہیں اور بہت سے اس رات میں مرکز میں قیام بھی کرتے ہیں، اگلے دن چُھٹی کی سہولت یا اور کسی انتظامی مصلحت سے شبِ جمعہ میں یہ اجتماع منعقد کرنا شرعاً جائز ہے، لیکن اگر اس کو کوئی شخص انتظامی مصلحت کے بجائے شرعی چیز سمجھنے لگے تو شریعت پر زیادتی ہو کر نا جائز ہے۔

بسلسلہ : تاریخی معلومات مولوی طارق محمود

ماہِ صفر: تیسری نصف صدی کی اجمالی تاریخ کے آئینے میں

□......**ماہِ صفر ۲۵۱ھ:** میں حضرت ابوجعفر محمد بن علی بن عفان العامری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، حسن بن عطیہ رحمہ اللہ آپ کے استاد اور علی بن کاس القاضی اور ابن الزبیر القرشی رحمہما اللہ آپ کے شاگرد ہیں (سیر اعلام النبلاء ج۱۳ ص ۲۷)

□......**ماہِ صفر ۲۵۳ھ:** میں حضرت ابویعقوب یوسف بن موسیٰ بن راشد الکوفی البغدادی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ اصلاً ''رے'' کے باشندے تھے، بعد میں آپ بغداد منتقل ہوگئے، اور انتقال تک بغداد میں ہی قیام فرمایا، جریر بن عبدالحمید، ابوخالد الاحمر، سفیان بن عیینۃ، عبداللہ بن ادریس اور ابوبکر بن عیاش رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، بخاری، ابوداؤ، ترمذی، ابنِ ماجہ، ابراہیم الحربی اور ابوالقاسم البغوی رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں (سیر اعلام النبلاء ج۱۲ ص ۲۲۲، تہذیب الکمال ج۳۲ ص ۴۶۷، تہذیب التہذیب ج۱۱ ص ۳۸۴)

□......**ماہِ صفر ۲۵۵ھ:** میں حضرت ابوالعباس فضل بن سہل بن ابراہیم الاعرج رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن مہدی، احمد بن حنبل، ابوالجواب احوص بن جواب، اسود بن عامر شاذان، حسن بن موسیٰ الاشیب، یزید بن ہارون، حسین الجعفی، ابواحمد الزبیری، زید بن الحباب، محمد بن بشیر العبدی رحمہم اللہ سے آپ حدیث روایت کرتے ہیں، ابوبکر احمد بن عمرو بن ابوعاصم، ابوبکر احمد بن عمرو بن عبدالخالق البزاز، احمد بن محمد بن الجراح الضراب، امام بخاری، ترمذی، نسائی، ابوداؤد، مسلم، احمد بن عمرو البزار، ابنِ ابی عاصم، بغوی، عبدان الجوالیقی اور حسن بن سفیان النسائی رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں (الجرح والتعدیل ج۷ ص ۶۳، تاریخ بغداد ج۱۲ ص ۳۶۴، ۳۶۵، طبقات الحنابلہ ج۱ ص ۵۳، تذہیب التہذیب ج۳ ص ۱۳۹، میزان الاعتدال ج۳ ص ۳۵۲، تہذیب التہذیب ج۸ ص ۲۷۷، طبقات الحفاظ ص ۲۴۷ بحوالہ سیر اعلام النبلاء ج۱۲ ص ۲۱۰، تہذیب الکمال ج۲۳ ص ۲۲۶، تذکرۃ الحفاظ ج۲ ص ۵۵۳)

□......**ماہِ صفر ۲۵۷ھ:** میں حضرت ابوعلی حسین بن بیان الشلاثائی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، بعض حضرات کے نزدیک آپ ابوجعفر البصری کے نام سے مشہور تھے، سیف بن محمد الثوری رحمہ اللہ سے حدیث

Idara Ghufran

روایت کرتے ہیں، ابراہیم بن محمد بن ابراہیم الکندی، ابواسحاق ابراہیم بن محمد عبید الشہر زوری اور ابو یحییٰ محمد بن ابراہیم بن فہد بن حکیم الساجی البصری رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں (تھذیب الکمال ج۶ ص ۳۵۵، تھذیب التھذیب ج۱۲ ص ۲۸۷)

□......**ماہِ صفر ۲۶۱ھ**: میں حضرت ابوموسیٰ عیسیٰ بن ابراہیم بن مثرود الغافقی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ ابن مثرود کے نام سے مشہور تھے، سفیان بن عیینۃ، عبدالرحمٰن بن قاسم اور عبداللہ بن وہب رحمہم اللہ سے حدیث کی روایت کرتے ہیں، ابوداؤد، نسائی، ابنِ خزیمہ، ابوجعفر الطحاوی، ابنِ صاعد اور ابوالحسن بن جوصا رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں (الجرح والتعدیل ج۶ ص ۲۷۲، تھذیب الکمال ج۲۲ ص ۵۸۴، میزان الاعتدال ج۳ ص ۳۱۰، تھذیب التھذیب ج۸ ص ۱۸۴)

□......**ماہِ صفر ۲۶۱ھ**: میں حضرت سلیمان بن توبۃ النہروانی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، احمد بن ابراہیم الدورقی، احمد بن حنبل، اسحاق بن عیسیٰ بن الطباع، حکم بن موسیٰ، روح بن عبادہ اور سریج بن نعمان الجوہری رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، ابنِ ماجہ، ابوالحسن احمد بن محمد بن یزید الزعفرانی، عبدالرحمان بن ابی حاتم الرازی، علی بن اسماعیل الصفار اور قاسم بن زکریا المطرز رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی (تھذیب الکمال ج۱۱ ص ۴۷۸، تھذیب التھذیب ج۴ ص ۱۵۵)

□......**ماہِ صفر ۲۶۷ھ**: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن یحییٰ بن محمد بن کثیر الکلبی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، احمد بن شعیب الحرانی، احمد بن عبداللہ بن یونس، آدم بن ابی ایاس، اسماعیل بن خلیل الکوفی اور ایوب بن خالد الحرانی رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، نسائی، احمد بن علی بن الحسین المقری، ابوعروبہ حسین بن محمد الحرانی، ابواللیث سلم بن معاذ الیربوعی اور عبداللہ بن بشر الطالقانی رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں، بحرآن کے مقام پر آپ کی وفات ہوئی (تھذیب الکمال ج۲۷ ص ۹، تھذیب التھذیب ج۹ ص ۴۶۰)

□......**ماہِ صفر ۲۶۸ھ**: میں حضرت ابوعبدالمؤمن احمد بن شیبان بن ولید بن حیان رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، سفیان بن عیینۃ، عبدالمجید بن رواد، عبدالملک الجدی اور مؤمل بن اسماعیل رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، یوسف بن موسیٰ المروزی، ابوالعباس الاصم، یحییٰ بن صاعد، ابنِ خزیمہ اور عثمان بن محمد بن احمد السمرقندی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی (الجرح والتعدیل ج۲ ص ۵۵، میزان الاعتدال ج۱ ص ۱۰۳، العبر فی خبر من غبر ج۲ ص ۳۸، تھذیب التھذیب ج۱ ص ۳۹، تاریخ ابنِ کثیر ج۱۱ ص ۴۲،

لسان المیزان ج ا ص ۱۸۵ بحواله سیراعلام النبلاء ج۱۲ ص ۳۴۶)

□...... **ماہِ صفر ۲۷۰ ھ**: میں حضرت ابوبکر محمد بن اسحاق بن جعفر الصاغانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ اصلاً خراسان کے باشندے تھے، لیکن بعد میں بغداد میں ہی مستقل رہائش اختیار کر لی تھی، یزید بن ہارون، عبدالوھاب بن عطاء، ابوبدر شجاع بن الولید، محاضر بن المورع، یعلی بن عبید اور روح بن عبادرحمہم اللہ آپ کے استاد ہیں، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابوعمر الدوری، ابنِ ماجہ اور عبدان الاھوازی رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، امام ابومزاحم الخاقانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام صاغانی کو اپنے وقت میں عظیم محدث یحییٰ بن معین کے ساتھ تشبیہ دی جاتی تھی (الجرح والتعدیل ج۷ ص ۱۹۰، تاریخِ بغداد ج ا ص ۲۴۰، الانساب ج۸ ص ۲۸، تذھیب التھذیب ج۳ ص ۱۸۳، العبرفی خبر من غبر ج۲ ص ۴۲۱، الوافی بالوفیات ج۲ ص ۱۹۵، تھذیب التھذیب ج۹ ص ۳۲، طبقات الحفاظ ص ۲۵۲، شذرات الذھب ج۲ ص ۱۶۰، المنتظم ج۵ ص ۷۸ بحواله سیراعلام النبلاء ج۱۲ ص ۵۹۴)

□...... **ماہِ صفر ۲۷۰ ھ**: میں حضرت ابوبکر فضل بن عباس الرازی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ بہت سے کتابوں کے مصنف ہیں، عبدالعزیز الاویسی، قتیبۃ بن سعید اور ہدبہ بن خالد رحمہم اللہ سے آپ حدیث روایت کرتے ہیں، ابوعوانہ الاسفرائینی، ابوبکر الخرائطی، محمد بن مخلد العطار اور محمد بن جعفر المطیری رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، ۷۰ سال کی عمر میں وفات ہوئی (الجرح والتعدیل ج۷ ص ۶۶، تاریخ بغداد ج۱۲ ص ۳۶۷، تذکرۃ الحفاظ ج۲ ص ۶۰۰، طبقات الحفاظ ص ۲۶۸، شذرات الذھب ج۲ ص ۱۶۰، المنتظم ج۵ ص ۷۷بحواله سیراعلام النبلاء ج۱۲ ص ۶۳۱)

□...... **ماہِ صفر ۲۷۰ ھ**: میں حضرت ابومحمد حسن بن علی بن عفان العامری الکوفی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ ابنِ عفان کے نام سے مشہور تھے، عبداللہ بن نمیر، ابویحییٰ عبدالحمید الحمانی، اسباط بن محمد، ابواسامہ اور جعفر بن عون رحمہم اللہ اور دوسرے بڑے بڑے اہلِ علم آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، ابنِ ماجہ، عبدالرحمٰن بن ابی حاتم، علی بن محمد بن کاس اور اسماعیل بن محمد الصفار رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں (الجرح والتعدیل ج۳ ص ۲۲، تذھیب التھذیب ج ا ص ۱۴۲، العبرفی خبر من غبر ج ا ص ۹۰، تھذیب التھذیب ج۲ ص ۳۰۱، شذرات الذھب ج۲ ص ۱۵۸ بحواله سیراعلام النبلاء ج۱۳ ص ۲۴، تھذیب الکمال ج۶ ص ۲۵۸)

□...... **ماہِ صفر ۲۷۱ ھ**: میں حضرت ابوالفضل عباس بن محمد بن حاتم بن واقد الدوری رحمہ اللہ کا انتقال

ہوا،آپ کی ولادت ۱۸۵ھ میں ہوئی ،حسین بن علی الجعفی ،محمد بن بشر،جعفر بن عون،ابوداؤد الطیالسی، عبدالوھاب بن عطا اور یحیٰی بن ابوبکیر رحمہم اللہ سے آپ روایت کرتے ہیں،ابنِ صاعد،ابوعوانۃ ،ابوبکر بن زیاد،ابوجعفر بن البختری اور اسماعیل الصفار رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث روایت کی(الجرح والتعدیل ج٦ ص ٢١٦، تاریخِ بغداد ج١ ص ١٤٤، طبقات الحنابلة ج١ ص ٢٣٦، الانساب ج٥ ص ٤٠٠، تذهيب التهذيب ج٢ ص ١٢٧، تذكرة الحفاظ ج٢ ص ٥٧٩، تهذيب التهذيب ج٥ ص ١١٤، طبقات الحفاظ ج٧ ص ٥٠، شذرات الذهب ج٢ ص ١٦١ بحواله سير اعلام النبلاء ج١٢ ص ٥٢٤، تهذيب الكمال ج١٤ ص ٢٤٨، العبر في خبر من غبر ج١ ص ٩٦)

□......**ماہِ صفر ۲۷۱ھ:** میں حضرت ابوالحسن علی بن سہل بن المغیرۃ النسائی البغدادی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا،ابوبدر السکونی،عبدالوھاب بن عطا،محمد بن عبید، یحیٰی بن ابوبکیر اور عبیداللہ بن موسیٰ رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ میں سرِفہرست ہیں،ابنِ صاعد،علی بن عبید،محمد بن احمد الحکیمی اور اسماعیل الصفار رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں''بعض تذکرہ نگاروں نے آپ کا سنِ وفات ۲۷۰ھ قرار دیا ہے۔تہذیب الکمال ج۲۰ص۴۵۷''(الجرح والتعديل ج٦ ص ١٨٩، تاريخِ بغداد ج١١ ص ٤٢٩، طبقات الحنابلة ج١ ص ٢٢٥، المنتظم ج٥ ص ٨٣، تذهيب التهذيب ج٣ ص ٦٣، ميزان الاعتدال ج٣ ص ١٣١، تهذيب التهذيب ج٧ ص ٣٢٩ بحواله سير اعلام النبلاء ج١٣ ص ١٦٠)

□......**ماہِ صفر ۲۷۲ھ:** میں عظیم محدث حضرت ابوعلی حسن بن اسحاق بن یزید العطار رحمہ اللہ کا انتقال ہوا،آپ کے اساتذہ درج ذیل ہیں:عمر بن مشیب المسلی ،زید بن الحباب،حسن بن موسیٰ الاشیب محمد بن بکیر الحضرمی اور ابونعیم رحمہم اللہ،آپ کے شاگرد درج ذیل ہیں:محمد بن مخلد،ابوالعباس الاصم اور اسماعیل الصفار رحمہم اللہ(سير اعلام النبلاء ج١٣ ص ١٤٤)

□......**ماہِ صفر ۲۷۳ھ:** اندلس کے اموی امیر ابوعبداللہ عبدالرحمٰن بن الحکم بن ہشام بن الداخل عبدالرحمٰن بن معاویہ کی وفات ہوئی،۲۳۸ھ میں اپنے والد کی وفات کے بعد امارت کے لئے آپ کے ہاتھ پر بیعت ہوئی تھی،ان کے بعد ان کے بیٹے منذر بن عبدالرحمٰن امیر بنے(الكامل لابنِ اثير ج٧ ص ٤٢٤، الوافي بالوفيات ج٣ ص ٢٢٤، البداية والنهاية ج١١ ص ٥١، شذرات الذهب ج٢ ص ١٦٤ بحواله سير اعلام النبلاء ج١٣ ص ١٧٣)

□......**ماہِ صفر ۲۷۷ھ:** میں حضرت ابوعلی حسن بن سلام البغدادی السواق رحمہ اللہ کا انتقال ہوا،عبیداللہ بن

موسیٰ، ابوعبدالرحمٰن المقری، عمرو بن حکام، ابونعیم اور عفان بن مسلم رحمہم اللہ سے آپ نے حدیث کی سماعت کی، ابنِ صاعد، اسماعیل الصفار، عثمان بن السماک، ابوبکر النجاد اور ابوبکر الشافعی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی (تاریخِ بغداد ج۷ ص ۳۲۶، المنتظم ج۵ ص ۱۰۷، بحوالہ سیراعلام النبلاء ج۱۴ ص ۱۹۲)

□......**ماہِ صفر ۲۷۸ھ**: میں عباسی شہزادے موفق کی وفات ہوئی، آپ کا پورا نام ابواحمد طلحہ تھا، آپ کی ولادت ۲۲۹ھ میں ہوئی، آپ خلیفہ معتمد باللہ کے ولی عہد تھا، جو کہ آپ کا بھائی تھے، موفق باوجودیکہ ولی عہد تھے لیکن خلافت حقیقی معنیٰ میں انہی کے پاس تھی، اور انہوں نے عباسی حکومت کو بہت فائدہ پہنچایا، ۲۷۸ھ میں اچانک آپ کا انتقال ہوا (تاریخ الخلفاء ص ۴۵، تاریخ الطبری ج۹ ص ۲۹۰، تاریخِ بغداد ج۲ ص ۱۲۷، تاریخ ابنِ عساکر ج۱۰ ص ۱۹۱، المنتظم ج۵ ص ۱۲۱، الکامل لابن اثیر ج۷ ص ۴۴۱، الوافی بالوفیات ج۲ ص ۲۹۴، شذرات الذھب ج۲ ص ۱۷۲ بحوالہ سیراعلام النبلاء ج۱۳ ص ۱۶۹، العبر فی خبر من غبر ج۱ ص ۹۸، تاریخِ ملت ج۲ ص ۴۰۷ تا ۴۰۹)

□......**ماہِ صفر ۲۹۱ھ**: میں حضرت ابوالعباس احمد بن محمد بن علی بن اسید الخزاعی الاصبہانی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، قعنبی، مسلم بن ابراہیم، قرۃ بن حبیب، ابوالولید الطیالسی اور ابوعمر والحوضی رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، احمد العسال، عبدالرحمٰن بن سیاہ، ابوالقاسم طبرانی، ابوالشیخ بن حیان رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی (سیراعلام النبلاء ج۱۳ ص ۵۰۶)

□......**ماہِ صفر ۲۹۲ھ**: میں حضرت ابوعبداللہ ہارون بن موسیٰ بن شریک التغلبی الدمشقی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، سلام المدائنی اور ابومسہر الغسانی رحمہما اللہ سے حدیث کی سماعت کی، ابواحمد بن الناصح، طبرانی، ابوطاہر بن ذکوان رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، آپ کی ولادت ۲۰۰ھ میں ہوئی، مختلف فنون کے امام تھے، آپ کی تصانیف علمِ قراءت میں مشہور ہیں، ہبۃ اللہ بن جعفر، ابوبکر النقاش، ابراہیم بن عبدالرزاق اور محمد بن احمد الداجونی رحمہم اللہ جیسے مشہور قراء آپ کے شاگرد ہیں (سیراعلام النبلاء ج۱۳ ص ۵۶۶)

□......**ماہِ صفر ۲۹۳ھ**: میں حضرت ابوالعباس عیسیٰ بن محمد الطہمانی المروزی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، اسحاق بن راہویہ اور علی بن حجر رحمہما اللہ سے آپ حدیث روایت کرتے ہیں، احمد بن حضر اور یحییٰ بن محمد العنبری اور عمر بن علک رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، آپ ''المراوزۃ'' مقام کے رئیس لوگوں میں شمار ہوتے تھے (سیر اعلام النبلاء ج۱۳ ص ۵۷۳)

□......**ماہِ صفر ۲۹۵ھ**: میں حضرت ابوابراہیم اسماعیل بن الملک احمد بن اسد بن سامان بن نوح رحمہ اللہ کا

انتقال ہوا، ملک احمد بن اسد (یہ آپ کے والد ہیں) محمد بن نصر المروزی رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، ابنِ خزیمہ رحمہ اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، آپ اور آپ کے آباءواجداد مدت سے بخارا وسمرقند کے امیر رہے، مدتِ ولایت ۷ سال تھی، آپ نہایت بہادر اور علوم وفنون میں یگانہ تھے، رزم وبزم دونوں کے شہسوار تھے، آپ کے بعد آپ کے بیٹے ابونصر احمد امیرِ سلطنت ہوئے (سیر اعلام النبلاء ج۱۴ ص ۱۵۵)

□......**ماہِ صفر ۲۹۶ھ:** میں حضرت ابوعلی حسین بن محمد بن حاتم البغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ مشہور محدث یحییٰ بن معین رحمہ اللہ کے شاگرد تھے، داؤد بن رشید، یعقوب بن حمید بن کاسب، یحییٰ بن معین، محمد بن عبداللہ بن عمار اور ابوہمام ولید بن شجاع رحمہم اللہ آپ کے استاد ہیں، عبدالصمد الطستی، ابوبکر الشافعی اور طبرانی رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے آپ کو "عبید العجل" کا لقب دیا تھا "تذکرۃ الحفاظ ج۲ ص۶۷۱ میں آپ کا سنِ وفات ۲۹۴ھ لکھا ہوا ہے" (سیر اعلام النبلاء ج۱۴ ص ۹۱)

□......**ماہِ صفر ۲۹۸ھ:** میں شیخ الصوفیہ حضرت ابوالعباس احمد بن محمد بن مسروق البغدادی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ ابنِ مسروق کے نام سے مشہور تھے، علی بن الجعد، خلف بن ہشام، احمد بن حنبل اور علی بن مدینی رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، ابوبکر الشافعی، جعفر الخلدی، حبیب القزاز، مخلد الباقرحی، ابنِ عبید العسکری اور ابوبکر الاسماعیلی رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، ۸۴ سال کی عمر میں وفات ہوئی (طبقات الصوفیۃ ص ۲۳۷، حلیۃ الاولیاء ج۱ ص ۲۱۳، تاریخِ بغداد ج۵ ص ۱۰۰، المنتظم ج۶ ص ۹۸، میزان الاعتدال ج۱ ص ۱۵۰، طبقات الاولیاء ص ۸۹، لسان المیزان ج۱ ص ۲۹۲، النجوم الزاھرۃ ج۳ ص ۱۷۷، شذرات الذھب ج۲ ص ۲۲۷ بحوالہ سیر اعلام النبلاء ج۱۳ ص ۴۹۴)

ازالۃ الضیق بسیرۃ

سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ

سیدنا حضرت ابوبکر صدیق کی سیرت وسوانح علمی، فکری اور مثبت پیرائے میں

تالیف: حضرت مولانا حافظ محمد اقبال رنگونی صاحب مدظلہٗ (مدیر ماہنامہ الہلال، مانچسٹر)

IDARA ISHA AT-UL-ISLAM P.O.Box No 36 Manchester

M16 7AN (U.K)Tel:01161 232 9851-0771 315 5565

مقالات و مضامین

مفتی محمد رضوان

ربیعُ الاول مروَّجہ رسموں کے تناظر میں

’’ربیع الاول‘‘ اسلامی سال کا تیسرا مہینہ ہے، یہ مہینہ ماہِ صفر اور ماہِ ربیع الآخر کے درمیان میں واقع ہے۔

یہ عجیب اتفاق ہے کہ آقائے نامدار، تاجدارِ مصطفے، حضرت محمد ﷺ کی ولادت اور وصال دونوں ہی ’’ربیع الاول‘‘ کے مہینے سے منسوب ہیں، مگر یہ اتفاق ہمارے اعتبار سے تو ہوسکتا ہے، لیکن اللہ رب العزت کا ہر فیصلہ اور ہر حکم کسی نہ کسی حکمت و مصلحت کے ساتھ اور ایک منظّم ضابطہ کے تحت وجود میں آتا ہے، لہٰذا خالقِ کائنات کے اعتبار سے یہ کوئی اتفاقی حادثہ یا واقعہ نہیں بلکہ اس محکم و مضبوط نظام کا حصہ ہے، جو خالقِ کائنات کی قدرت سے تشکیل وترتیب دیا گیا ہے۔

اب اپنے اس نظام کی ترتیب و تشکیل کے ہر ہر جز کے نکات اور اِن کی اصل حکمتیں تو اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں، لیکن ہم اتنا ضرور کہہ سکتے ہیں، کہ حضور ﷺ کی ولادت باسعادت جہاں ایک عظیم الشان اور غیر معمولی واقعہ ہے، اسی طرح سے آپ ﷺ کا وِصالِ مبارک بھی غیر معمولی واقعہ ہے، دونوں کی اہمیت اپنے اپنے اعتبار سے یکساں اور مسلم ہے، نہ تو صرف حضور ﷺ کی ولادت مقصودِ اصلی ہے اور نہ آپ کا وِصال مقصودِ اصلی ہے، اصل چیز آپ ﷺ کی آمد اور بعثت کا مقصد ہے، اور وہ آپ ﷺ کی ولادت اور وصال کے درمیان ہے (یعنی آپ ﷺ کی سیرتِ طیبہ اور اطاعتِ کاملہ)

بعض لوگ آپ ﷺ کی ولادت کو مقصود بنا کر بس ولادت ہی ولادت تک اپنے آپ کو محدود رکھتے ہیں، اور آپ ﷺ کی ولادت سے جو مقصود تھا اس کو نظر انداز کردیتے ہیں، ایک طرف تو اس میں ان کی اصلاح کا سامان ہے، اور اگر کوئی حضور ﷺ کے وصال کے غم کو لے کر بیٹھ جائے، اور اس سے آگے نہ بڑھے، اس کی اصلاح کا سامان بھی ہے، کہ ایک ہی مہینہ اور ایک ہی زمانہ دونوں چیزوں کو اپنی حدود میں رکھنے کا درس دیتا ہے (ربیع الاول کا مہینہ اگر ایک طرف آپ ﷺ کی ولادت کی خوشی یاد دلاتا ہے تو ساتھ ہی یہ مہینہ آپ ﷺ کے وِصال کا غم بھی یاد دلاتا ہے، خوشی بھی اعتدال پر رہنی چاہئے اور غمی بھی اعتدال پر رہنی چاہئے، اگر خوشی اعتدال سے بڑھ جائے تو وِصال کی غمی کو یاد کر کے اس کا علاج کیا جائے اور اگر وِصال کی غمی اعتدال سے بڑھ جائے تو ولادت کی خوشی کو یاد کر کے اس کا علاج کیا جائے)

آپ ﷺ کی ولادت باسعادت اور وصال مبارک کا ایک مہینہ میں جمع ہونا انسانیت کو یہ سبق دیتا ہے کہ وہ دنیوی زندگی کو اصل زندگی اور دنیوی حیات کو اصل حیات نہ سمجھ لیں، بلکہ دنیوی زندگی کو عارضی زندگی اور اس حیات کو عارضی حیات سمجھیں (اور دنیوی حیات کے عرصہ کو بہت مختصر سمجھیں، ولادت کے ساتھ وفات کے منتظر رہیں)

ربیع الاول کی چند رسمیں

ربیع الاول کا مہینہ آتا ہے تو ہمارے معاشرے میں کچھ عجیب وغریب چیزیں شروع ہو جاتی ہیں، جن کی نہ تو حضور ﷺ کی ولادت باسعادت سے کوئی صحیح نسبت ہوتی اور نہ آپ ﷺ کے وصالِ مبارک سے، یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت کے بعد نہ تو حضور ﷺ نے بنفسِ نفیس ان چیزوں کا اہتمام فرمایا اور نہ ہی کسی صحابی یا امتی کو اس کا حکم فرمایا، اور آپ ﷺ کے وصال کے بعد نہ تو کسی صحابی نے ان چیزوں کا اہتمام فرمایا اور نہ آنے والی امت کے کسی فرد کو ان چیزوں کی تلقین فرمائی، لیکن آج ہمارے زمانے میں ان چیزوں ہی کو آپ ﷺ سے تعلق اور نسبت کی گویا نشانی اور علامت سمجھ لیا گیا ہے، یہاں مختصراً اور فرداً فرداً اسی قسم کی مروجہ چند چیزوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے:

۱۲ ربیع الاول کا روزہ

بعض لوگ حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کی خوشی اور شکرانے میں ۱۲ ربیع الاول کا روزہ رکھتے ہیں اور اس کو بہت فضیلت واہمیت کا باعث سمجھتے ہیں۔

اول تو خاص ۱۲ ربیع الاول کو روزہ رکھنا حضور ﷺ اور آپ کے صحابۂ کرام سے ثابت نہیں، اور فقہائے کرام علیہ الرحمۃ سے بھی اس تاریخ کے روزہ کی کوئی فضیلت واہمیت منقول نہیں، جبکہ فقہائے کرام نے تفصیل کے ساتھ فرض، واجب، سنت ومستحب روزوں کا ذکر کر دیا ہے، ان روزوں میں کہیں بھی ۱۲ ربیع الاول کے روزہ کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔

دوسرے خود حضور ﷺ کی تاریخِ ولادت میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے، ۱۲ تاریخ کوئی حتمی اور یقینی تاریخ نہیں، لہٰذا اس تاریخ میں کوئی روزہ رکھنے کا اہتمام اور اسکی فضیلت کا دعویٰ ایک ایسی چیز ہے کہ جس کی کوئی معقول دلیل نہیں۔

البتہ آپ ﷺ سے پیر کے روز ولادت کا دن ہونے کی وجہ سے روزہ رکھنا منقول ہے، لیکن ظاہر ہے کہ یہ

ثبوت پیر کے دن کے حوالہ سے ہے نہ کہ ۱۲ربیع الاول کے حوالہ سے، اور پیر کا دن اور ۱۲ربیع الاول دو الگ الگ اوقات ہیں، پیر کا دن تو ہر ہفتہ میں ایک مرتبہ آتا ہے اور ۱۲ربیع الاول سال میں ایک مرتبہ، نیز ۱۲ربیع الاول کو ہمیشہ پیر کا دن واقع نہیں ہوتا، اور اگر کبھی واقع ہو بھی جائے تو یہ ایک اتفاقی واقعہ ہوگا۔

۱۲ربیع الاول کو قرآن خوانی

بعض لوگ ۱۲ربیع الاول کو اجتماعی قرآن خوانی کا اہتمام کرتے ہیں، کچھ لوگوں کو دعوت دے کر ایک جگہ جمع کرتے ہیں اور پھر قرآن مجید پڑھتے ہیں اور اس کا ثواب حضورﷺ کی روح کو پہنچاتے ہیں اس کے بعد کھانے پینے کا اہتمام وانتظام کرتے ہیں۔

ایصالِ ثواب کی خاطر قرآن مجید پڑھنے کے لئے لوگوں کو جمع کرنا ''تداعی'' میں داخل ہے جو کہ شرعاً بدعت ومکروہ ہے (امداد الفتاویٰ ج۴ص۶۰۶)

اور حضورﷺ کی روح کو ایصالِ ثواب کرنے کے لئے ۱۲ربیع الاول کی تخصیص وتعیین بھی ایک ایسی چیز ہے جس کو شریعت پر زیادتی کے علاوہ اور کچھ نہیں کہا جاسکتا، کیونکہ شرعی دلائل سے اس کا ثبوت نہیں، اور پھر اوپر سے قرآن مجید کی تلاوت کے بعد آج کل کے مروجہ طریقے پر کھانے پینے کا اہتمام اس کی برائی اور قباحت کو مزید بڑھا دیتا ہے، لہٰذا ۱۲ربیع الاول کو حضورﷺ یا کسی اور کے نام کی قرآن خوانی سے پرہیز کرنا چاہئے۔

۱۲ربیع الاول کے کھانے اور سبیلیں

بعض لوگ حضورﷺ کی ولادت کی خوشی اور شکرانے یا آپﷺ کے ایصالِ ثواب کے طور پر ۱۲ربیع الاول کو کھانے پکا کر لوگوں کو کھلاتے ہیں، گلی محلوں میں سبیلیں لگا کر پانی اور شربت پلاتے ہیں، ان دونوں چیزوں کا بھی ۱۲ربیع الاول سے کوئی شرعی تعلق اور واسطہ نہیں، اور ان چیزوں کو ۱۲ربیع الاول کو انجام دینا کئی وجوہات کی بناء پر درست نہیں۔

جہاں تک آپﷺ کی ولادت پر خوشی یا آپﷺ کا ایصالِ ثواب کرنے کا تعلق ہے تو اس کے لئے ساری زندگی اور سارا سال موجود ہے، شرعی اصول وقواعد کے مطابق ایصالِ ثواب بھی کرنا چاہئے اور آپﷺ کی ولادت پر خوش بھی ہونا چاہئے، جو ایک صحیح مسلمان کے دل میں ہوتی اور اس کے اعمال سے آپﷺ کی اتباع واطاعت کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے۔

Idara Ghufran

جشنِ میلاد النبی ﷺ

ربیع الاول کا مہینہ شروع ہو چکا ہے، پورے ملک میں ۱۲ ربیع الاول کے دن ''میلاد'' اور ''جشن'' منانے ''جلسے، جلوس'' منعقد کرنے کی تیاریاں چل رہی ہیں۔

❁ ......ڈھول اور تھاپ کے ساتھ جھوم جھوم کر چندہ کرنے والوں کا گروہ بازار میں نکل پڑا ہے، سبز چوغے پہن کر چمٹا بجا کر دوکانداروں سے ''حضور ﷺ'' کے نام پر رقم جمع کی جا رہی ہے، اس رقم کو جمع کر کے شام ہونے سے پہلے آپس میں بانٹ کر کھا لیا جائے گا، حضور ﷺ کے مبارک نام پر جمع کی ہوئی اس رقم سے کچھ لوگ سگریٹ اور بھنگ و چرس نوشی کا شوق پورا کریں گے، تو کچھ لوگ اپنی دوسری عیاشیوں کے مزے لوٹیں گے ❁ ...... بڑی بڑی عمارتوں پر چراغاں اور جشن کا سماں ہے ❁ ......گلی، محلوں میں بڑے بڑے دروازے بنا کر سجا دیئے گئے ہیں، مختلف قسم کے بینر آویزاں ہیں جن میں مختلف قسم کے دعوے والے فقرے دیدہ زیب انداز میں لکھے گئے ہیں، کوئی انجمن عاشقانِ رسول کے نام سے کوئی غلامانِ رسول کے نام سے، کوئی سرفروشانِ اسلام کے نام سے، کوئی غلامانِ مصطفیٰ کے نام سے، کوئی فدایانِ مصطفیٰ کے نام سے، کہیں جشنِ چراغاں کے جملے لکھے ہوئے ہیں، کہیں پر دل مدینہ یا رسول اللہ لکھا ہوا ہے، کوئی کہہ رہا ہے کہ حضور ﷺ کی شادی ہے، کوئی کہہ رہا ہے کہ براق کی سواری کی آمد ہے ❁ ......صدر اور وزیرِ اعظم ہاؤس تک کو لائٹنگ کر کے دلہن بنا دیا گیا ہے ❁ ......گلیوں، محلوں میں چھوٹے چھوٹے بچے جھنڈے ہاتھوں میں اٹھائے سامنے کھڑے ہو کر چلتی گاڑیوں کو روک رہے ہیں اور زور زبردستی کر کے چندے مانگ رہے ہیں، گھروں پر دستکیں دے کر دو دو چار چار روپے کی التجا کی جا رہی ہے۔

❁ ......شام کے وقت بچوں اور نوجوانوں کے ٹولے گلی محلوں میں اجتماعی آواز کے ساتھ نعروں اور نعتوں کو گانے کے طرز پر گاتے پھر رہے ہیں ❁ ......۱۲ ربیع الاول کی تیاریوں اور جشنِ ربیع الاول کے جلوسوں کے لئے گاڑیاں اور لاؤڈ سپیکر بک ہونا شروع ہو گئے ہیں ❁ ...... بھانڈ اور گویئے بھی بھرپور تیاریوں میں مصروف ہیں۔

❁ ......بازاروں میں مصنوعی بیت اللہ اور روضۂ اقدس کے ماڈل فروخت ہونا شروع ہو گئے ہیں ❁ ...... پھول پتیاں لگائی جا رہی ہیں ❁ ......رات بھر جاگ جاگ کر ۱۲ ربیع الاول کے لئے نعتوں کی تیاریاں گانوں کی کیسٹیں چلا کر ان کے ساتھ آواز ملا کر ہو رہی ہیں۔

❀......کئی مساجد میں روز مرہ رات کو مشقی پروگرام ہورہے ہیں ❀......راستوں اور گلیوں میں اسٹیج لگنا شروع ہوگئے ہیں ❀......سبیلوں کے لئے جگہیں متعین ہوگئی ہیں ❀......نعت گوئی کے دوران مقابلہ بازی میں جیتنے والوں کے لئے قرآن پاک کے تحفوں، مختلف کتابوں اور کپوں کے ڈھیر لگائے گئے ہیں۔

❀......مختلف پمفلٹ لکھوا کر اور تحریر وتقریر کے ذریعہ سے میلاد النبی کے جلوس کے استقبال کی عورتوں مَردوں کو فضیلتیں بتلائی جارہی ہیں، قرآنی آیات اور احادیثِ مبارکہ کا حوالہ دے کر میلاد النبی کے جلسے جلوسوں کو ثابت کرنے کی کوشش کی جارہی ہے ❀......دیگیں اور نائی کھانا پکانے کے لئے طے ہوچکے ہیں

❀......پلاؤ، بریانی کے لئے چاول خرید کر رکھ لئے گئے ہیں۔

❀......مرغی فروشوں اور گوشت فروشوں سے سودا مکمل ہوچکا ہے، اور ایڈوانس ادائیگی ہوچکی ہے۔

یہ ساری تیاریاں تو اپنی جگہ ہیں لیکن حضور ﷺ کی ولادت اور بعثت کے مقصود کو سمجھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کیلئے کوئی تیار نہیں ہے۔

ایک طرف تو میلاد النبی کے نام پر یہ ولولہ اور جوش وخروش دیکھئے، اور دوسری طرف ان چیزوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والوں کے اعمال کا جائزہ لیجئے، اور پھر حضور ﷺ کی سیرت اور کردار سے موازنہ کیجئے۔

اور اسی کے ساتھ چودہ سو سال بعد کے ربیع الاول کا حضور ﷺ اور صحابۂ کرام کے زمانے کے ربیع الاول سے مقابلہ کیجئے، تو نتیجہ تک پہنچنے میں امید ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ زیادہ دیر نہیں لگے گی۔

(بسلسلہ اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام) (اضافہ واصلاح شدہ جدید ایڈیشن)

ماہِ ربیع الاوّل کے فضائل واحکام

قرآن وحدیث، فقہ اور اہلِ سنت والجماعت کی تعلیمات کی روشنی میں اسلامی سال کے تیسرے مہینے ربیع الاول سے متعلق فضائل ومسائل، احکامات وہدایات، بدعات ومنکرات۔

مرتب: مفتی محمد رضوان

مدیر

ادارہ غفران، چاہ سلطان، راولپنڈی، پاکستان

مفتی محمد رضوان

ووٹ کے آداب

(حال ہی میں ملک میں2008ء کے انتخابات ہوئے ہیں، اور بعض علاقوں میں ابھی انتخابات باقی ہیں یا دوبارہ ہونے ہیں، ان حالات میں ووٹ سے متعلق یہ مختصر مضمون قارئین کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے) محمد رضوان

---

(۱)...... ہمارے ملک میں رائج جمہوری سیاست اور ووٹ کا نظام وطریقۂ کار پوری طرح اسلامی اُصولوں سے ہم آہنگ نہیں، لیکن جب تک اس کی پوری اصلاح نہ ہو، اس وقت تک اپنی جزوی اصلاح کی ذمہ داری سے غافل نہ ہوئیے۔

اور مروّجہ نظام کے تحت موجودہ حالات میں آپ کم ازکم ووٹ کا صحیح استعمال کر کے ملک کی گندی اور غیر شرعی سیاست کی جزوی اصلاح کا ذریعہ بن سکتے ہیں، اور یہ سمجھنا کہ ہمارے ووٹ اور سیاست کا دین ومذہب سے کوئی تعلق نہیں، سراسر دین سے ناواقفی کی علامت ہے۔

(۲)...... ووٹ ڈالنا ایک دینی اور قومی فریضہ ہے، اسے ضائع، ناکارہ اور غلط استعمال نہ کیجیے؛ اور خود اور اپنے اہلِ خانہ سمیت دوست احباب کو بھی اس کے صحیح استعمال کی ترغیب دیجیے، آپ اپنے یا چند ووٹوں کو فیصلہ ونتیجہ کے لیے حقیر چیز نہ سمجھیے، کیونکہ ایک ایک ووٹ بہت اہمیت رکھتا ہے۔ [۱]

(۳)...... ووٹ کا استعمال ہر قسم کے ذاتی وشخصی مفادات اور برادری پرستی، صوبائی، لسانی اور ہر قسم کے تعصّبات سے بالاتر ہوکر وسیع تر دینی، قومی اور ملکی اجتماعی مفادات کے لئے کیجئے۔ صرف جان پہچان، ذاتی تعلقات، شخصی ضرورت، اور اپنی برادری، یا علاقہ کا باشندہ ہونے کی بے فائدہ اغراض پر وسیع تر اجتماعی قومی مفادات کو بھینٹ چڑھانا دنیا وآخرت کے اعتبار سے سخت تباہ کن معاملہ ہے، اور یہ سمجھ لیجئے کہ مسلمان ایک قوم ہے اور اس کے مقابلہ میں کافر دوسری قوم۔ ووٹ کسی لالچ یا پیسوں کے عوض استعمال

---

[۱] ہمارے یہاں عام طور پر دیندار اور شریف لوگ ووٹ کے استعمال ہی سے گریز کرتے ہیں؛ جس کی وجہ سے اکثر غیر متدین اور غیر مہذب لوگوں کے ووٹوں سے دین سے آزاد سیاسی حکمران منتخب ہوجاتے ہیں، اور پھر ملک وملت میں سالہا سال تک غیر شرعی قوانین نافذ کر کے ملک بھر کے صلحاء، علماء اور شرفاء کے ناک میں دَم کئے رکھتے ہیں؛ ظاہر ہے کہ ووٹ کا استعمال اور صحیح استعمال نہ کر کے بعد میں ملک میں غیر شرعی قوانین اور بدنظمی کا رونا رونے اور شکایت کرنے کا ان لوگوں کو کوئی حق نہیں پہنچتا۔

(تفصیل کے لیے ہمارا رسالہ ''اِنتخابات اور ووٹ کی شرعی حیثیت'' ملاحظہ ہو) محمد رضوان

Idara Ghufran

کرنا کبیرہ گناہ ہے۔اگر کسی نااہل یا غیر مستحق کو ووٹ دینے کا وعدہ یا حلف کرلیا ہو تب بھی اس کے حق میں ووٹ کا استعمال جائز نہیں ہوتا۔

(۴)......کسی بھی جماعت کو ووٹ دینے سے پہلے اس جماعت کے منشور کا جائزہ لے لیجیے، اور جس جماعت کا منشور ملک وملت کے لحاظ سے دوسری جماعتوں کے مقابلہ میں غنیمت ہو،اس کے حق میں ووٹ کا استعمال کیجیے۔

(۵)......لبرل اور سیکولرز جماعت اور پارٹی کے بجائے ایسی جماعت و پارٹی کو ووٹ دیجئے جو دین کی کسی نہ کسی درجہ میں پابند ہو اور اس کا منشور دینی،قومی اور ملکی لحاظ سے دوسروں کے مقابلہ میں بہتر ہو۔

(۶)...... جماعتی انتخابات ہو رہے ہوں اور کسی جماعت کا منشور مجموعی طور پر دینی وقومی یا کم از کم قومی وملکی سالمیت واستحکام کے اعتبار سے دوسروں کے مقابلہ میں بہتر ہو تو اس کے مقابلہ میں آزاد امیدوار کے حق میں ووٹ استعمال نہ کیجئے، کیونکہ آزاد امیدوار عام طور پر کسی منشور کے پابند نہیں ہوتے،اس لیے ان پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا، وہ عموماً فتح یاب ہو کر اپنے ذاتی مفاد کو دیکھتے ہوئے کسی بھی پارٹی کے ساتھ مل جاتے ہیں،خواہ وہ پارٹی دینی وملکی لحاظ سے کتنی ہی مضر اور نقصان دہ کیوں نہ ہو۔

(۷)......اس بات کا یقین کرلیجیے کہ آپ کا نام پہلے سے ووٹر لسٹ کے اندر درج ہے،اور اگر درج نہیں ہے تو اُس کا اپنے متعلقہ حلقہ کے ذمہ داران کے ذریعہ بروقت اندارج کروالیجیے۔تاکہ آپ کا ووٹ تیار ہو جائے اور آپ ووٹ استعمال کرسکیں۔

(۸)......اپنا ووٹ نمبر اور خاندان نمبر پہلے سے معلوم کرکے اپنے پاس تحریری یا زبانی طور پر محفوظ کرلیجیے تاکہ بروقت کوئی مشکل پیش نہ آئے۔

(۹)......قانونی طور پر جو کوائف ووٹ ڈالنے کے لیے مقرر کیے گئے ہیں،اُن کا پہلے سے انتظام کرلیجیے مثلاً اصل شناختی کارڈ وغیرہ۔

(۱۰)......یہ تحقیق کرلیجیے کہ آپ کے ووٹ کیلئے کون سا پولنگ اسٹیشن مقرر کیا گیا ہے،تاکہ بروقت تلاش میں دشواری نہ ہو۔

(۱۱)......اگر صبح پہلے وقت میں ووٹ ڈالنے کا موقع مل جائے تو بہت اچھا ہے تاکہ پہلے وقت میں فراغت حاصل کرکے پورا دن اس کی فکر سَر پَر سوار رہنے سے حفاظت رہے 《بقیہ صفحہ ۸۹ پر ملاحظہ فرمائیں》

اصلاحی خطاب مفتی محمد رضوان

نکاح کی اہمیت اور طلاق کی مذمّت (دوسری وآخری قسط)

وہ خطاب جو حضرت مدیر نے مسجد امیر معاویہ کوہاٹی بازار، راولپنڈی میں مورخہ ۱۷/ ربیع الاول ۱۴۲۸ھ بمطابق ۶/ اپریل ۲۰۰۷ء بروز جمعہ نماز جمعہ سے قبل فرمایا، اس بیان کو مولانا محمد ناصر صاحب سلمہٗ نے محفوظ ونقل فرمایا (ادارہ......)

نکاح کرنا عبادت ہے، ختم کرنا عبادت نہیں

جب نکاح کرنا عبادت ہے تو ظاہر ہے کہ نکاح کا ختم کرنا عبادت نہیں ہے، جیسے نماز پڑھنا عبادت ہے، مگر نماز کا توڑنا عبادت نہیں، البتہ بعض حالات میں نماز پڑھنا جائز نہیں ہوتا جیسا کہ سورج کے طلوع، زوال یا غروب ہونے کے وقت، لیکن جب نماز شروع کردی اور اس میں کوئی خرابی بھی نہیں تھی تو پھر اس کو پورا کرنا ضروری ہوگیا، بیچ میں توڑنا جائز نہیں، البتہ بعض حالات ایسے پیش آسکتے ہیں کہ نماز کا شروع کرنا تو صحیح پایا گیا لیکن درمیان میں کوئی عارضہ پیش آ گیا جس کی وجہ سے شریعت کا حکم نماز پڑھنے والے کے لیے یہ ہوگیا کہ وہ نماز کو توڑ دے، مثلاً ایک شخص نے نماز کی نیت باندھی ہوئی ہے اور کوئی نابینا چلا جارہا ہے جسے معلوم نہیں کہ سامنے کنواں یا کھائی یا کوئی ہلاکت والی چیز ہے یا کوئی بے خبری میں بیٹھا ہوا ہے اور کوئی زہریلا جانور اس کی طرف آرہا ہے جس سے اندیشہ ہے کہ یہ اُسے کاٹ لے گا جس سے اس کی جان چلے جانے کا ڈر ہے، تو ان حالات میں اگرچہ نماز کا شروع کرنا تو صحیح تھا اور غلط وقت پر نماز نہیں پڑھی جارہی تھی لیکن اب دوسرے کی جان یا دوسرے کو نقصان سے بچانے کی خاطر شریعت کی طرف سے نماز توڑ دینے کا حکم ہوگیا، تو بیچ میں نماز کو توڑ دینا یہ نماز کا مقصودِ اصلی نہیں ہے نہ ہی نماز کی نیت اس لیے باندھی جاتی ہے کہ اسے بیچ میں توڑ دیا جائے گا۔

اسی طریقے سے نکاح بھی عبادت ہے، اگر کسی نے نکاح کو صحیح معنیٰ میں شروع کیا اور منعقد کیا اور اس کے لیے نکاح کرنا جائز، سنت یا فرض تھا کیونکہ بعض حالات میں انسان کو نکاح کرنا جائز نہیں ہوتا مثلاً وہ بیوی کے حقوق پورے کرنے کی قدرت نہ رکھتا ہو، اور عورت پر ظلم وزیادتی کا ڈر ہو بہرحال اوّل کوشش تو یہ ہونی چاہیے کہ اس کو مکمل کیا جائے اور نکاح مکمل ہوتا ہے اس سے کہ بیوی فوت ہوجائے یا شوہر فوت ہوجائے،

اس صورت میں نکاح مکمل ہوجاتا ہے اور اگر خدانخواستہ طلاق دیدی جائے تو پھر یہ نکاح مکمل نہیں ہوتا بلکہ یہ درمیان میں ٹوٹ جاتا اور ختم ہوجاتا ہے۔

اور بعض اوقات ایسی حالت پیش آسکتی ہے کہ نکاح کو ختم کرنے کی شریعت کی طرف سے اجازت یا حکم ہوجائے جیسا کہ نماز کی مثال میں گزرا، بہرحال نماز کی طرح نکاح بھی عمر بھر کے لیے ہونا چاہیے اور مکمل ہونا چاہیے۔

پائیدار نکاح کی تدابیر

اور حضورِ اکرم ﷺ نے اپنے قول وفعل سے ایسی ہدایات کی تعلیم دی ہے جن کو پیشِ نظر رکھ کر نکاح کا عمر بھر نباہنا آسان ہوجاتا ہے اور اگر ان ہدایات کو نظر انداز کر دیا جائے تو پھر عمر بھر اسے نباہنا مشکل ہوتا ہے، چنانچہ شریعت کی طرف سے میاں بیوی میں ''کفو'' کا لحاظ کیا گیا ہے کہ جب نکاح کیا جائے تو جوڑ دیکھ کر کیا جائے، تاکہ میاں بیوی کے آپس میں مزاج ملے رہیں، آپس کے معاملات صحیح طریقے سے چلتے رہیں، میاں بیوی میں توازن قائم رہے، اور ہم آہنگی قائم رہے، ایسا نہ ہو کہ ایک کا میلان اور رُخ کسی طرف ہو اور دوسرے کا کسی اور طرف کو ہو، ایک کی بود وباش کسی اور قسم کی ہو اور دوسرے کی کسی اور قسم کی ہو، ایک کا میلان دین کی طرف ہو دوسرے کا میلان دنیا کی طرف ہو، بلکہ جہاں تک ممکن ہو سب چیزوں میں ہم آہنگی کا لحاظ کرنا بہتر ہے، اس لیے نکاح کرنے سے پہلے چھان بین کر لی جائے، مزاج دیکھ لیے جائیں اور خاص طور پر دینداری کو ملحوظ رکھا جائے۔

چنانچہ حضورِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِأَرْبَعٍ : لِمَالِهَا وَلِحَسَبِهَا وَجَمَالِهَا وَلِدِيْنِهَا فَاظْفُرْ بِذَاتِ الدِّيْنِ تَرِبَتْ يَدَاكَ (بخاری، باب الأكفاء في الدين)

یعنی ''عورت کے ساتھ نکاح چار وجہ سے کیا جاتا ہے (۱) اُس کے مال کی وجہ سے (۲) اور اُس کے خاندان کی وجہ سے (۳) اور اُس کے حُسن کی وجہ سے (۴) اور اُس کے دین کی وجہ سے؛ پس تم دین کے ذریعہ سے کامیابی حاصل کرو، اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تم خیر سے محروم ہوئے''

بہرحال حضور ﷺ نے بتلا دیا کہ دنیا میں عورت کے ساتھ چار چیزوں کی وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے، یا اس کے مال کی وجہ سے کیا جاتا ہے کہ مرد کی بعض اوقات یہ غرض ہوتی ہے کہ مالدار عورت ہے، مال زیادہ لے کر آئے گی، یا پھر اس لیے نکاح کیا جاتا ہے کہ وہ حسین وجمیل ہے، خوبصورت ہے، اور خوبصورت چیز

ہر انسان کو پسند ہوتی ہے، یا پھر اس لیے نکاح کیا جاتا ہے کہ کسی اعلیٰ مثلاً شاہی خاندان سے تعلق رکھتی ہے، جب ہمارا نکاح ہوگا تو فلاں اونچے خاندان یا شاہی خاندان سے تعلق قائم ہو جائے گا، تین چیزیں یہ ہوگئیں، جن کی وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے، اور چوتھی چیز دین ہے، کہ دین کی وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے۔

نکاح کے لیے کیسی عورت کا انتخاب کیا جائے؟

آپ ﷺ نے یہاں تک بیان کر کے کہ چار چیزوں کی وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے اپنی بات مکمل نہیں فرمادی، بلکہ آگے یہ بھی اضافہ فرمایا کہ:

''فَاظْفُرْ بِذَاتِ الدِّیْنِ'' کہ تم دینداری کو اختیار کر کے کامیابی حاصل کرو

''تَرِبَتْ یَدَاکَ'' اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تم خیر سے محروم ہو جاؤ گے۔

اور اگر ایسا کیا تو تمہارا مقدّر جاگ جائے گا، تمہاری قسمت کُھل جائے گی، لہٰذا دینداری کو ترجیح دو، اس کے مقابلہ میں مال، جمال، حسب نسب کو ترجیح نہ دو، یہاں ترجیح کی بات ہو رہی ہے یہ نہیں کہ کوئی کسی درجے میں بھی مال کی طرف، حسن کی طرف یا حسب نسب کی طرف متوجہ نہ ہو، کیونکہ حسن کو اختیار تو کیا جاسکتا ہے لیکن دین پر ترجیح نہیں دی جاسکتی، اگر کوئی شخص ان تینوں چیزوں کو دیکھ لیتا ہے لیکن اُن کو ثانوی درجہ دیتا ہے اور ان چیزوں پر دین کو ترجیح اور غلبہ دیتا ہے تو پھر کوئی حرج والی بات نہیں ہے۔

لیکن آج کل معاملہ اس کے برعکس ہو رہا ہے، آج کل گویا کہ عام طور پر مسلمان یہ سمجھتے ہیں کہ مالدار عورت کے ساتھ کامیابی حاصل ہوتی ہے، کامیابی دین کی وجہ سے نہیں ہوتی۔

بعض لوگ صرف حسب ونسب اور خاندان کے اعلیٰ ہونے سے کامیابی حاصل کرنا چاہتے ہیں، لیکن عورت دیندار نہ ہو تو وہی گھر عذاب بن جاتا ہے۔

بعض لوگ صرف حسن و جمال کے ذریعے سے کامیابی حاصل کرنا چاہتے ہیں اسی بنیاد پر نکاح کا انتخاب کرتے ہیں مگر عورت خوبصورت اور حسین وجمیل تو ہوتی ہے لیکن دیندار نہ ہونے کی وجہ سے وہ شوہر کی عظمت نہیں کرتی، احترام نہیں کرتی، اس کا ادب نہیں کرتی، گالی گلوچ کرتی ہے، تو وہی گھر جس کے اندر کوئی حسین وجمیل عورت نہیں تھی لیکن بے ادبی، بے تمیزی، گستاخی، وغیرہ کا ماحول نہیں تھا، اس وقت اس گھر کے اندر سکون تھا، لیکن حسین وجمیل عورت آنے کے بعد اس گھر کا ماحول بدتمیزی کا ہو گیا، بے ادبی اور گستاخی والا ہو گیا، گالم گلوچ والا ہو گیا، تو ایسا دین سے خالی حسن و جمال ایک حبّہ برابر بھی اُس گھر کے

سکون میں اضافہ نہیں کرتا بلکہ رہے سہے سکون کو بھی ختم کر دیتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ نہ صرف مالدار عورت کے ذریعہ سے کامیابی حاصل ہوتی اور نہ صرف حسین وجمیل عورت سے کامیابی حاصل ہوتی اور نہ صرف اعلیٰ خاندان والی عورت سے کامیابی حاصل ہوتی، بلکہ یہ سب چیزیں بھی جمع ہو جائیں لیکن دینداری نہ ہو تو بھی کامیابی حاصل نہیں ہوتی۔

تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کامیابی نہ مال کی وجہ سے، نہ حسن وجمال کی وجہ سے اور نہ ہی خاندان کی وجہ سے ہوتی ہے، اصل کامیابی دین کی وجہ سے ہوتی ہے، اور وہ کامیابی ایک تو اس وجہ سے ہوتی ہے کہ اصل کامیابی آخرت کی ہے اور وہ کامیابی دیندار عورت کے ذریعے سے حاصل ہوتی ہے، اور آخرت کی کامیابی پائیدار اور باقی رہنے والی ہے جبکہ دنیا کی عارضی کامیابی فنا ہونے والی ہے، باقی رہنے والی کامیابی کا فنا ہونے والی کامیابی کے ساتھ مقابلہ کیا جاتا ہے تو باقی رہنے والی کامیابی کو ترجیح ہوتی ہے، فانی کو ترجیح نہیں ہوتی۔

دوسرے دیندار عورت کے ذریعے سے دنیا میں بھی کامیابی حاصل ہوتی ہے کہ دین کے ذریعہ انسان کو جو سکون حاصل ہوتا ہے وہ نہ مال کے ذریعے سے حاصل ہوسکتا، نہ حسن وجمال کی وجہ سے حاصل ہوسکتا اور نہ ہی خاندان کی وجہ سے حاصل ہوسکتا؛ بڑے بڑے اعلیٰ خاندان کے لوگ پریشان ہیں، خاندان اونچا ہے لیکن سکون میسر نہیں ہے، بڑے بڑے مالدار لوگ پریشان اور بے چین ہیں، مال موجود ہے لیکن سکون موجود نہیں ہے، بہت سے لوگ حسین وجمیل ہیں، خوبصورت اور صحت مند ہیں، توانا اور طاقتور ہیں، یہ سب چیزیں ہیں لیکن سکون نہیں ہے، اور بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ یہ تینوں چیزیں بیک وقت جمع ہیں لیکن سکون نہیں ہے، کیونکہ حقیقی سکون دین کی برکت سے حاصل ہوتا ہے؛ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَلاَ بِذِکْرِ اللہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ

اللہ تعالیٰ کی یاد سے ہی دِلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے

اور دل کو سکون اور اطمینان حاصل ہو جائے تو پورے جسم کو اطمینان اور سکون حاصل ہو جاتا ہے، کیونکہ پورے جسم کا نظام دل کے ساتھ قائم ہے تو جب دل کا تعلق اللہ تعالیٰ کی یاد کے ساتھ وابستہ ہو جاتا ہے تو انسان کو کوئی پریشانی نہیں ہوتی، اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق وابستہ ہے مال کے ساتھ تعلق وابستہ نہیں اس کا دل پریشان نہیں ہوتا، مال آیا یا چلا گیا لیکن اس کا دل سکون میں ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اس کا رشتہ اور تعلق قائم ہے، حسن وجمال ہوتا ہے تو تب بھی وہ سکون میں ہوتا ہے اور نہیں ہوتا ہے تو تب بھی سکون میں

ہوتا ہے، اعلیٰ خاندان سے تعلق ہوتا ہے تب بھی سکون میں ہوتا ہے اور ادنیٰ خاندان سے تعلق ہوتا ہے تب بھی سکون میں ہوتا ہے۔

لیکن اگر خدانخواستہ اللہ تبارک وتعالیٰ سے تعلق قائم نہ رہے اور باقی تمام چیزوں سے تعلق قائم ہوجائے تو اسے حقیقی سکون حاصل نہیں ہوتا، مصنوعی سکون حاصل ہوسکتا ہے، آج کل عام طور پر لوگ ایسے شخص کے بارے میں جو بے دین ہو لیکن مال ودولت حاصل ہو، کہتے ہیں کہ یہ شخص بڑے سکون، اور بڑی راحت وآرام میں ہے لیکن اگر اندر سے اس شخص کا جائزہ لیا جائے تو اندر سے وہ پریشان حال نظر آتا ہے، سکون نہیں ہوتا، اس لیے کہ دنیا کے یہ اسباب، مال، حسن وجمال اور اعلیٰ خاندان، ان چیزوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک خاص مقصد کے لیے پیدا فرمایا ہے اور جو چیز کہ جس مقصد کے لیے پیدا کی جاتی ہے، اگر اس کو اس کے مقصد سے ہٹ کر استعمال کیا جاتا ہے، تو پھر وہ چیز وہ فائدہ نہیں پہنچاتی جس فائدے کے لیے اسے مقرر کیا گیا تھا۔

کوئی بھی چیز دنیا کی لے لی جائے اگر اس کو اس کے مقصد سے ہٹ کر استعمال کیا جائے کہ جس مقصد کے لیے اس کو مقرر نہیں کیا گیا اس کو بنایا اور تیار نہیں کیا گیا تو پھر ایسی صورت میں وہ فائدے کے بجائے نقصان پہنچاتی ہے، اور دنیا کی ان چیزوں کے ساتھ جو انسان کا صحیح تعلق قائم ہوتا ہے تو وہ دین کی وجہ سے قائم ہوتا ہے، دین کی برکت سے ہی دنیا کے ساتھ، مال کے ساتھ، حسن وجمال کے ساتھ، اعلیٰ خاندان کے ساتھ صحیح تعلق قائم ہوتا ہے؛ اور اگر دین کسی بھی چیز سے نکل جائے تو پھر اس کے اصل اور صحیح مقصد سے انسان محروم رہتا ہے۔

نکاح کے مسائل کا علم حاصل کرنے کی اہمیت

اور پھر اسی کے ساتھ شریعت نے یہ ہدایات بھی ارشاد فرمائیں کہ نکاح کا رشتہ عمر بھر کے لیے ہونا چاہیے، اسے بیچ میں ختم نہیں کرنا چاہیے نہ تو نیت میں پہلے سے فتور ہونا چاہیے، اور نہ ہی ان چیزوں سے بے خبر اور لاعلم رہنا چاہیے، جن چیزوں سے نکاح متأثر یا ختم ہوجاتا ہے، نکاح کے وقت ان چیزوں کو سیکھ لینا ضروری ہے جن چیزوں سے نکاح ختم ہوجاتا ہے، اس کو ایک مثال سے سمجھا جاسکتا ہے کہ مثلاً نماز پڑھنا فرض ہے، لیکن نماز کن چیزوں سے ٹوٹ جاتی ہے اور کن چیزوں سے فاسد ہوجاتی ہے، جس طریقے سے نماز کی ادائیگی فرض ہے اسی طریقے سے اُن چیزوں کا سیکھنا بھی فرض ہے، اس لیے کہ فاسد کا مفہوم ادائیگی کے

مفہوم کے بالکل خلاف ہے، ادا جب ہوگی جب فاسد نہیں ہوگی، اگر کسی نے نماز شروع کی مگر کوئی عمل ایسا کرلیا جس سے نماز فاسد ہوجاتی ہے تو اس کے ذمہ فرض کی ادائیگی ابھی تک اُسی طریقے سے باقی ہے جس طریقے سے نماز شروع کرنے سے پہلے باقی تھی، اسی طریقے سے نکاح ایک عبادت ہے، یہ کس طرح سے منعقد ہوتا ہے؟ جس طرح ان احکام اور مسائل کا سیکھنا ضروری ہے، اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ کن چیزوں کی وجہ سے فاسد اور ختم ہوجاتا ہے؟ اور برقرار نہیں رہتا ہے؟

نکاح کی اہمیت ہی کی وجہ سے شریعت نے نکاح کے معاملات کو واضح اور کھول کر بیان فرمایا، اور صرف احادیث میں ہی اس نکاح کے احکام اور اس کے منعقد ہونے یا ختم ہونے کے مسائل کو بیان نہیں کیا گیا بلکہ قرآن مجید میں بھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے نکاح کے منعقد کرنے اور ختم کرنے کے مسائل اور اس پر مرتب ہونے والے اثرات کا اصولی یا اجمالی انداز میں اشارے کے ساتھ یا صراحت کے ساتھ تذکرہ فرمایا ہے؛ جس سے نکاح کی اہمیت واضح ہوتی ہے، لہٰذا جب یہ ایک اہم معاملہ ہوا اور اہم عبادت ہوئی تو اس کے مسائل اور اس کے احکام سے واقفیت بھی انسان کے لیے ضروری ہوگئی۔

اگرچہ عام طور پر نکاح کی ضرورت بالغ ہونے کے بعد انسان کو پیش آتی ہے، لیکن اگر کوئی ذمہ دار اور سرپرست کسی بچہ کا نکاح بچپن میں کرنا چاہے تو بچپن میں نابالغی کی حالت میں بھی نکاح کیا جاسکتا ہے، اس لیے نکاح کے احکامات سیکھنے کی ضرورت بعض اوقات دوسرے احکامات کا علم سیکھنے سے پہلے بھی پیش آسکتی ہے، کیونکہ باقی احکامات کا تعلق عام طور پر بالغ ہونے کے بعد سے ہے، جیسے نماز ہے، بالغ ہونے کے بعد فرض ہوتی ہے، بالغ ہونے سے پہلے فرض نہیں ہوتی، غسل بالغ ہونے پر فرض ہوتا ہے، اس سے پہلے فرض نہیں ہوتا۔

بہرحال عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ نکاح اور طلاق کے مسائل واحکام کا علم سیکھا جائے اور نکاح کے مسائل اور احکام اُسی وقت سیکھے جائیں گے جب ہم نکاح کو عبادت سمجھیں گے، لیکن اگر ہم اسے دنیا کا ایک معاملہ سمجھ لیں کہ بس ایک عورت کا گھر میں آجانا نکاح ہے، عورت گھر میں آگئی تو مقصد حاصل ہوگیا اور جب تک عورت گھر میں ہے تو نکاح قائم ہے، گھر سے باہر جائے گی اور بھگایا جائے گا یا وہ ناراض ہوکر اپنے میکے جائے گی تو اس کے بعد نکاح ختم ہوگا، یہ بڑی بھاری غلط فہمی ہے۔

کیونکہ نکاح ساتھ رہتے ہوئے بھی ختم ہوسکتا ہے، اور ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ عورت گھر سے باہر ہو اور نکاح

بھی قائم ہو، مثلاً بسا اوقات ناراضگی میں میاں بیوی ایک دوسرے سے دُور اور الگ ہوتے ہیں، مگر نکاح قائم ہوتا ہے، اور اس کے برعکس بسا اوقات ایک ساتھ ہوتے ہیں لیکن نکاح فاسد ہوگیا ہوتا ہے، بعض الفاظ اور بعض جملے ایسے ہیں کہ ان کے کہنے کی وجہ سے نکاح فاسد ہو جاتا ہے، مگر لوگ ان چیزوں سے ناواقف ہیں۔

نکاح اور طلاق کو مذاق کی چیز نہ بناؤ!

حضورِ اکرم ﷺ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا کہ:

ثَلاَثٌ جِدُّهُنَّ جِدٌّ وَهَزْلُهُنَّ جِدٌّ اَلنِّكَاحُ وَالطَّلاَقُ وَالرَّجْعَةُ (ابوداؤد، باب فی الطلاق علی الھزل، واللفظ لہٗ، ترمذی، ابنِ ماجہ) وفی روایة بدل الرجعة والنذر (مصنف ابنِ ابی شیبة، جز ۴، صفحہ ۸۱)

تین چیزیں ایسی ہیں کہ ان کی حقیقت بھی حقیقت ہے اور مذاق بھی حقیقت ہے، کیونکہ یہ مذاق کی چیزیں ہے ہی نہیں، مذاق ہنسی اور تفریح کے لیے اور بہت سی چیزیں ہیں، ہر چیز مذاق کی نہیں ہوتی، اُن تین چیزوں میں سے ایک نکاح ہے، دوسرا طلاق ہے اور تیسرا رجوع کرنا ہے۔

دوسری روایت میں رجوع کے بجائے نذر کے الفاظ ہیں یعنی نذر اور منت اگر کوئی ہنسی مذاح میں مانے تو منت ہو جاتی ہے، کیونکہ ہنسی مذاق ایسی چیز نہیں جس میں دین کے معاملات کو بیچ میں لایا جائے، بہرحال نکاح اور طلاق ایسی چیزیں ہیں جن کا مذاق بھی حقیقت اور حقیقت بھی حقیقت ہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس طریقے سے نکاح حقیقت میں ہوتا ہے تو اگر باقی شرائط پوری ہوں تو مذاق میں بھی ہو جاتا ہے، اور جس طریقے سے طلاق سنجیدگی میں ہو جاتی ہے تو مذاق میں بھی ہو جاتی ہے، کیونکہ یہ ہنسی مذاق کی چیزیں نہیں ہیں، یہ ایسی چیزیں نہیں جنہیں غیر سنجیدہ انداز میں اختیار کیا جائے، غیر سنجیدہ انداز میں طلاق کا مطلب ایک تو یہ ہے کہ ہنسی مذاق میں دیدی جائے اور دوسرا یہ ہے کہ نارمل حالت میں دینے کے بجائے غصے میں دیدی جائے تو طلاق ایسی چیز نہیں۔

کیونکہ مذاق میں بھی آدمی سنجیدہ نہیں ہوتا اور غصے میں بھی آدمی سنجیدہ نہیں ہوتا۔

غصے میں طلاق ہو جاتی ہے

آج کل بعض لوگ غصے میں طلاق دیتے ہیں اور بعد میں کہتے ہیں کہ جناب ہم نے ڈپریشن اور غصے کی

حالت میں طلاق دی ہے، نارمل (Normal) حالت میں طلاق نہیں دی، اُن سے اگر سوال کیا جائے کہ کیا آپ نے کسی کے بارے میں سُنا ہے کہ مثلاً کوئی شخص اپنی بیوی سے خوش ہوکر یا مثلاً یہ کہ عید یا خوشی کا دن ہو اور تحفے کے طور پر بیوی کو کہے کہ آج میں بہت خوش ہوں یا آج آپ نے بڑے انعام اور اکرام کا کام کیا ہے لہٰذا انعام کے طور پر میں آپ کو طلاق دیتا ہوں۔

ظاہر ہے کہ اس طرح طلاق نہیں دی جاتی، اس لیے یہ کہنا حماقت کے سِوا کچھ نہیں ہے کہ غصے کی حالت میں طلاق نہیں ہوتی بلکہ طلاق ہوجاتی ہے، مگر عام مسلمانوں نے آج کل نکاح اور طلاق کو ہنسی مذاق کی چیز بنا رکھا ہے اور سمجھا ہوا ہے کہ اپنی مَن مانی کرکے ہر کام کیا جاسکتا ہے، کوئی حرج نہیں؛ اسی وجہ سے آج کل شادی بیاہ میں گانے بجانے، بے پردگی، تصویر سازی اور سب گناہ ہوتے ہیں، حالانکہ نکاح کرنا عبادت ہے، جس طرح سے نماز ایک عبادت ہے، اور کسی کو یہ اختیار نہیں کہ جس طرح سے چاہے نماز پڑھ لے، بلکہ نماز کے لیے شرائط وفرائض مقرر ہیں، ان کی رعایت ضروری ہے، اسی طریقے سے نکاح بھی ایک عبادت ہے، اس کو جس طریقے سے شریعت نے مقرر کیا ہے، اسی طریقے سے اس کو بجالانا چاہیے۔

طلاق انتہائی ضرورت کے وقت ہے

اگر بالفرض طلاق دینا ہی پڑ جائے تو دیکھنا چاہیے کہ واقعی ایسی ضرورت پیش آگئی ہے کہ اب میں اس نکاح کو توڑ دوں۔ اس کے لیے اُن احکامات کا سیکھنا ضروری ہوگا کہ کب طلاق دینا جائز ہوجاتا ہے، یا کب طلاق دینے کی اجازت ہوجاتی ہے؟ اسی طریقے سے یہ معلوم ہونا بھی ضروری ہے کہ اگر طلاق دینے اور نکاح توڑنے کی ضرورت ہوجائے تو طلاق دینے کا صحیح طریقہ کیا ہے؟

اکھٹی ایک سے زیادہ طلاقیں دینا گناہ ہے

آج اوّلاً تو نکاح کے مسائل سے واقفیت نہیں، دوسرے طلاق کے مسائل کی اہمیت ذہنوں میں نہیں رہی، اور اگر کسی چیز کی اہمیت ہے بھی تو بس یہی ہے کہ جب طلاق دینی ہے تو اکھٹی تین طلاقیں دینی ہیں، نہ ایک، نہ دو، اکھٹی تین طلاقیں دیتے ہیں، اور سمجھا یہ جاتا ہے کہ تین طلاقیں دیے بغیر طلاق ہوتی ہی نہیں حالانکہ تین طلاقیں دینے والے پر حضور ﷺ نے سخت غصے اور برہمی کا اظہار فرمایا ہے، اور اکھٹی تین طلاقیں دیدینا بڑا گناہ ہے کیونکہ اس کے بعد رجوع کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

شریعت یہ کہتی ہے کہ نکاح طلاق دینے کے لیے نہیں ہوتا لہٰذا طلاق نہ دی جائے، اور اگر طلاق کی ضرورت

پیش آ جائے تو دیکھا جائے کہ شریعت کی طرف سے طلاق دینے کی ضرورت پیش آ گئی ہے یا نہیں، شریعت اب اجازت دیتی ہے یا نہیں اور اگر دیتی ہے تو پھر بھی ایک طلاق دی جائے تا کہ بعد میں اگر شرمندگی اور احساس ہو اور غلطی والے کو غلطی، پشیمانی اور اپنی غلطی کا اعتراف ہو، تو جب وہ خرابی ہی دُور ہوگئی جس کی وجہ سے طلاق کی ضرورت پیش آئی تھی تو رجوع کی گنجائش رکھنی چاہیے۔

مگر آج کل جہالت کی وجہ سے لوگ اکھٹی تین طلاقیں دیدیتے ہیں بلکہ تین کے بجائے سوسو طلاقیں دیدیتے ہیں، ہزار طلاقیں دیدیتے ہیں بعض لوگ کہتے ہیں کہ ''لو پھر تمہیں سو طلاقیں دیں''

حالانکہ سو کی کیا ضرورت ہے؟ تین سے زیادہ تو طلاقیں ہوتی ہی نہیں۔

طلاق کی نوبت سے بچنے کی تدابیر

طلاق سے بچنے کے لیے ضرورت ہے کہ انسان اپنے اندر سنجیدگی، تحمل اور بُردباری پیدا کرے، تکبُّر سے اپنے آپ کو بچائے، نکاح سے پہلے ہی اپنے غصہ اور تکبر کا علاج کرائے، اگر نکاح سے پہلے یہ کام نہیں کیا تو نکاح کے بعد تو بہت زیادہ ضرورت ہے، اس لیے کہ شیطان کی بڑی کوشش یہ ہوتی ہے کہ میاں بیوی کے درمیان کوئی ایسی بات دِلوں میں ڈال کر بدمزگی پیدا کرے جس سے نکاح ختم ہو جائے۔

چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ شیطان اپنا سب سے بڑا کارنامہ اس کو سمجھتا ہے کہ میاں بیوی کے درمیان اختلاف پیدا کرادے (مسلم، باب تحریش الشیطان، وبعث سرایاہ لفتنۃ الناس، وان مع کل انسان قرینا)

شیطان کی یہ کوشش کیوں ہوتی ہے؟ اس لیے کہ نکاح عبادت ہے اور شیطان یا تو عبادت سے محروم کرانا چاہتا ہے اور اگر کوئی عبادت شروع کرلے تو اسے تڑوانا چاہتا اور نکاح کی عبادت ساری زندگی کی عبادت ہے، نماز پانچ دس منٹ میں ادا ہو جاتی ہے، نکاح عمر بھر کے لیے ہوتا ہے اس لیے شیطان اس لمبی عبادت کو تڑوانے کی ہمیشہ کوشش کرتا ہے۔

اسی طرح میاں بیوی کے باہمی جھگڑوں سے بچنے کی ایک تدبیر یہ ہے کہ ہر ایک اپنے عیبوں کو سوچا کرے کہ میرے اندر بھی کمزوریاں ہیں، تو اگر دوسرے میں بھی عیوب ہیں تو میرے اندر بھی ہیں، یہ سوچنے سے انسان کے اندر دوسرے شخص کو برداشت کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

تو اپنے اندر برداشت کرنے کا مادّہ پیدا کرے، اور سنجیدگی کے ساتھ سوچا کرے اور فوراً اپنے غصے کی بھڑاس نہ نکال لیا کرے، اور یہ سمجھ لینا چاہیے کہ ہر کام غصے میں پورا کرنے کا نہیں ہوتا، بہت سے کام ایسے

Idara Ghufran

ہوتے ہیں کہ جب انسان سوچ سمجھ کر کرتا ہے تو ٹھیک ہوتے ہیں اور بلاسوچے سمجھے کرنے سے خراب ہوتے ہیں۔

میاں بیوی کے باہمی جھگڑوں سے بچنے میں خواتین کے لیے شریعت کا خصوصی حکم

خواتین خصوصی طور پر اپنی زبان پر قابو رکھا کریں، خواتین کے لیے یہ کام بہت ضروری ہے، اکثر گھروں کے جھگڑے اسی سے ختم ہوجاتے ہیں کہ عورت خاموشی اختیار کرلے، عورت جس وقت زبان کو بار بار چلاتی ہے تو اس سے بات زیادہ خراب ہوتی ہے۔

ایک واقعہ مشہور ہے کہ ایک عورت کسی بزرگ کے پاس گئی اور شکایت کی کہ ہم میاں بیوی میں بہت جھگڑا ہوتا ہے کوئی تعویذ دیدیجیے، انہوں نے ایک تعویذ بنا کر دیدیا اور کہا کہ جب بھی شوہر سامنے ہوا کرے تو اس تعویذ کو اپنے جبڑے کے نیچے دبالیا کرو، جب تک تمہارے شوہر گھر پر رہیں، اس تعویذ کو منہ اور دانتوں کے نیچے سے چھوڑا نہ کرو۔

اب جب جبڑے کے نیچے کوئی چیز دبائی جائے گی تو ظاہر ہے کہ زبان تو قینچی کی طرح نہیں چلے گی، بلکہ زبان رُک جائے گی۔

اب اس عمل کے بعد جھگڑا ختم ہوگیا تو چند دن بعد اُس خاتون نے اُن بزرگ کا بڑا شکریہ ادا کیا کہ آپ نے بڑا زُود اثر اور بڑی تاثیر والا تعویذ دیا ہے، ہائی پوٹینسی (High potency) والا تعویذ دیا ہے جس سے سارا لڑائی جھگڑا ختم ہوگیا تو اُن بزرگ نے کہا کہ میں نے تو کچھ بھی تعویذ نہیں دیا تھا میں نے تو تدبیر کی تھی اس عورت نے پوچھا کہ وہ تدبیر کیا تھی؟

تو جواب دیا کہ اصل میں جھگڑا زبان کراتی تھی، میں نے زبان بند کرنے کی تدبیر کرائی ہے، جس سے سارا جھگڑا ختم ہوگیا، اگر تعویذ میرے پاس چھوڑ دو اور اس تدبیر پر عمل کرتی رہو تو جھگڑا پھر بھی ختم ہے۔

لہٰذا جو خواتین اپنے گھروں میں پُرسکون ماحول چاہتی ہوں تو وہ شریعت کے اس خصوصی حکم پر سختی سے عمل پیرا رہیں۔

دعا فرمائیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں نکاح کی عبادت کو صحیح معنیٰ میں ادا کرنے کی اور اس کے مسائل اور احکامات کو سیکھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

بسلسلہ: فقھی مسائل مفتی محمد امجد حسین

پاکی ناپاکی کے مسائل (قسط۱۱)

خون عادت کے ایام سے پہلے جاری ہونے کے متعلق احکام

پیچھے وہ صورتیں ذکر ہوئیں جن میں خون عادت کے ایام شروع ہونے پر یا عادت کے کچھ ایام گزرنے کے بعد شروع ہوا اور پھر عادت سے یا دس دنوں سے بڑھ گیا۔ اب وہ صورتیں ملاحظہ ہوں کہ خون عادت کے ایام آنے سے پہلے شروع ہو گیا تو عادت سے ان سابق ایام والے خون کا کیا حکم ہوگا؟

صورت نمبر۱

عادت کے ایام سے اتنے دن پہلے خون شروع ہو جائے کہ اگر ان دنوں کو ایامِ عادت سے ملایا جائے تو مجموعہ دس دن سے بڑھ جائے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ عادت سے پہلے کے ان دنوں کے خون کو ممکنہ طور پر استحاضہ قرار دیں گے اور عادت کے ایام شروع ہونے تک نماز، روزہ عورت جاری رکھے گی۔ عادت سے سابق ان ایام میں خون جاری ہونے کی وجہ سے اپنے آپ کو ناپاک سمجھ کر نماز، روزہ چھوڑ نہ دیگی (کیونکہ ممکنہ احتمال یہ ہے کہ عادت کے ایام میں خون آئے گا)

مثال: عادت حیض کی پانچ دن اور طہر کی ۲۵ دن ہے اب کسی بار ایسا ہوا کہ انیس دن طہر کے بعد خون دیکھا، تو چونکہ خون عادت سے چھ دن پہلے آیا ہے اور عادت پانچ دن کی ہے۔ چھ اور پانچ گیارہ دن ہو جاتے ہیں جو کہ دس دن سے زیادہ ہیں۔ لہٰذا عادت سے پہلے کے ان چھ دنوں میں خون کو استحاضہ سمجھیں گے اور نماز، روزہ جاری رہے۔ پھر بعد میں خون اگر دس دن یا دس دن سے پہلے بند ہو جائے تو یہ تمام دن (عادت سے سابق بھی اور عادت والے بھی) حیض کے شمار ہوں گے۔ مثلاً اسی مذکورہ مثال میں عادت سے چھ دن پہلے حیض شروع ہو کر عادت کے تین یا چار دن تک جاری رہا پھر بند ہو گیا تو چونکہ مجموعہ دس دن یا اس سے کم بنتا ہے لہٰذا عادت سے سابق دن بھی اور یہ عادت والے دن بھی سب حیض کے بنیں گے۔ اور پہلے جو اس کو استحاضہ کے ایام قرار دیکر نماز، روزہ جاری رکھا وہ احتمالی درجہ میں تھا اور اس وقت اصولوں کی روء سے ہم اسی احتمال کے مکلّف و پابند تھے اس لئے ان دنوں میں نماز روزہ کرنے سے گنہ گار نہ ہوں

گے کیونکہ ان سابقہ دنوں کا ایامِ حیض میں شمار ہونا تو بعد میں ثابت ہوا ہے۔

صورت نمبر۲

عادت کے ایام سے اتنے دن پہلے خون نظر آئے کہ ان کو عادت کے دنوں سے ملایا جائے تو مجموعہ دس دن سے نہ بڑھے تو عادت سے پہلے نظر آنے والے خون کے حیض ہونے کا امکان واحتمال زیادہ ہے اس لئے اس صورت میں نماز چھوڑ دیں گے

(جیسے پیچھے مذکورہ صورتوں میں سے صورت نمبر۴ کا یہی تقاضہ ہے)

مثال: عادت حیض کی پانچ دن اور طہر کی پچیس دن ہے اب بائیس دن طہر کے گزرے تھے کہ خون دیکھا تو چونکہ عاست سے پہلے تین دن اور عادت کے پانچ دن ملا کر مجموعہ دس دن سے نہیں بڑھتا اس لئے طہر کے بائیس دن پر نظر آنے والے اس خون سے ہی حیض شمار کر کے نماز، روزہ فوراً چھوڑ دیں گے۔

پھر اگر خون عادت کے دنوں کے پورے ہونے پر بھی بند نہ ہوا، جاری رہا اور مجموعہ دس دن سے بڑھ گیا جیسے اسی مذکورہ مثال میں طہر کے بائیسویں دن یعنی عادت سے تین دن پہلے خون جاری ہو کر عادت کے پانچ دن تک جاری رہ کر بھی بند نہ ہوا اس کے بعد بھی کم از کم تین دن جاری رہا تو یہ مجموعہ گیارہ دن ہو جائیں گے۔ تین دن عادت سے پہلے، تین دن عادت کے بعد اور پانچ دن عادت کے، لہٰذا پیچھے گزرے ہوئے اصولوں کی روء سے صرف عادت کے دن ہی حیض شمار ہوں گے، عادت سے پہلے اور بعد کے دن استحاضہ کے بنیں گے۔ پس عادت سے تین دن پہلے خون جاری ہونے پر ان تین دنوں کو ممکنہ اور احتمالی درجے میں حیض کے دن شمار کر کے نماز روزہ جو چھوڑ دیا تھا تو اس کی اب قضاء کریں گے۔ کیونکہ اب ثابت ہو گیا کہ وہ حیض کے نہیں بلکہ استحاضہ کے دن تھے (گو زیادہ امکان اس وقت ان دنوں کے حیض بننے کا تھا) [۱]

---

[۱] **ایک غلطی کا ازالہ**

گذشتہ شمارہ کے اس مضمون میں صورت نمبر۲ کی مثال نمبر۱ کے آخر میں یہ عبارت لکھی ہے ''اس سے واضح ہوتا ہے کہ حیض کے آگے پیچھے دونوں طرف استحاضہ کا خون ہو سکتا ہے (کہ حیض کے ایام درمیان میں ہوں اور آگے پیچھے استحاضہ ہو)'' تو یہ وضاحت وہاں غلط درج ہوئی ہے یہ وضاحت اصل میں اس موجودہ مضمون کی مذکورہ صورت نمبر۲ پر صادق آتی ہے۔ گذشتہ مضمون کی صورت نمبر۲ کی مثال نمبر۱ پر یہ صادق نہیں آتی کیونکہ وہاں تو صرف ایام عادت کے بعد کے دن استحاضہ بنتے ہیں۔ ایام عادت سے پہلے تو اس مثال میں خون موجود ہی نہیں۔ تصحیح فرمالی جائے (اس مضمون میں یا کم از کم اپنے ذہن اور علم میں) اسی طرح اس سابقہ مضمون کی صورت نمبر۳ کی مثال نمبر۲ کی دوسری لائن میں جو گذشتہ رسالہ کے صفحہ نمبر۴۴ کی پہلی لائن ہے۔ کمپوزنگ کی غلطی سے ۳۲ دن کی بجائے ۳ دن لکھا گیا ہے یعنی عدد ۳ کا ایک ہندسہ چھوٹ گیا اس کو ۳۳ دن پڑھا جائے۔ جزاکم اللہ۔ امجد

صورت نمبر۳

عادت کے ایام سے اتنے دن پہلے خون آیا کہ ان دنوں کو اور عادت کے دنوں کو ملا کر مجموعہ دس دن سے اتنا بڑھ جائے کہ اس خون کو الگ حیض اور ایام عادت کے خون کو الگ حیض بنانا درست ہوسکتا ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ خون نظر آتے ہی نماز چھوڑ دیں گے۔

مثال: عادت حیض کی سات دن اور طہر (پاکی) کی چالیس (۴۰) دن ہے۔ پھر بیس دن طہر کے گزرے تھے کہ خون دیکھا پس خون دیکھتے ہی نماز چھوڑ دے، کیونکہ بیس دن پاکی کے گزرنے پر جو یہ خون آیا ہے یہ اگر حیض کی کم سے کم مدت یعنی تین دن جاری رہے پھر بند ہو جائے پھر عادت کے مطابق دوبارہ خون آئے یعنی چالیس دن پورے ہونے پر۔ تو اس صورت میں گویا بیس دن پاکی کے بعد تین دن خون پھر سترہ دن پاکی اور اس کے بعد پھر عادت کے مطابق خون آیا ہے اور بیس دن کے بعد نظر آنے والے خون اور سابقہ عادت کے مطابق چالیس دن بعد نظر آنے والے خون کے درمیان سترہ دن پاکی کا زمانہ حائل ہے اور جب دو خونوں کے درمیان کم از کم پندرہ دن پاکی یعنی طُھر حائل ہو جائے اور یہ آگے پیچھے دونوں خون نصاب حیض کے مطابق ہوں تو دونوں الگ الگ مستقل حیض شمار ہوتے ہیں۔

حاصل

حاصل ان سب گذشتہ صورتوں کا یہ ہے کہ ایام عادت کو حیض قرار دیکر ان کے آگے پیچھے (قبل و بعد) جن ایام کو حیض بنانا ممکن ہو ان کو حیض بنا کر نماز چھوڑنا ضروری ہے اور جن ایام کو حیض بنانا ممکن نہ ہو محض خون کی وجہ سے ان میں نماز چھوڑنا جائز نہیں کیونکہ یہ خون استحاضہ ہے اور اسی طرح روزہ کا بھی حکم ہے۔

ایامِ عادت کے دوران خون بند ہونے کی مختلف صورتیں

پیچھے جو صورتیں ذکر ہوئیں وہ بنیادی طور پر درج ذیل چار اقسام پر مشتمل ہیں۔

(الف)......ایک عادت ماہواری کی مقرر ہو اور اسی لگی بندھی عادت کے مطابق خون آتا رہے (اس میں نہ کوئی پیچیدگی ہے نہ ابہام یہ سب عادت کے ایام حیض شمار ہوتے ہیں)

(ب)......عادت کے مطابق خون شروع ہوا لیکن عادت کے دن پورے ہونے پر بند نہ ہوا مزید وقت تک جاری رہا۔

(ج)......عادت سے پہلے خون شروع ہوا اور عادت کے مطابق عرصے تک جاری رہ کر بند ہوا۔

(د)......عادت سے پہلے خون شروع ہوا، عادت کے دوران بھی جاری رہا اور عادت کے بعد بھی جاری رہا(سب کی تفصیل مع احکام پیچھے ذکر ہوچکی)

اب ایک صورت یہ ہے کہ ایام عادت میں خون دیکھا مگر وہ ایام عادت مکمل ہونے سے پہلے پہلے بند ہوگیا جس کی پھر دو شکلیں ہیں۔شکل نمبرا۔تین دن رات (یعنی بہتر گھنٹے) سے پہلے پہلے بند ہوگیا اس کا حکم یہ ہے کہ نہانا واجب نہیں،وضو کر کے نماز پڑھنا شروع کردے(البتہ خون جس نماز کے وقت میں بند ہوا ہے اس نماز کے مستحب وقت کے آخر تک انتظار کرنا واجب ہے کہ شائد دوبارہ خون آجائے،اگر اس وقت کی نماز کے مستحب وقت کے ختم ہونے تک خون نہ آیا تو یہ نماز بھی قضا نہ کرے،وضو کر کے نماز پڑھ لے (واضح رہے کہ تین دن سے پہلے خون بند ہونے کی یہ صورت عادت سے پہلے بھی پیش آسکتی ہے جبکہ پچھلے خون کے بعد پندرہ دن گزر چکے ہوں بظاہر وہاں بھی یہی حکم ہوگا) پھر اس کے بعد پندرہ دن گزرنے سے پہلے دوبارہ خون آجائے تو اس سے واضح ہوگا کہ وہ جو شروع میں ایک دو دن خون آیا تھا وہ بھی حیض کا خون تھا(کیونکہ دو خونوں کے درمیان پندرہ دن سے کم وقفہ ہو تو مسلسل خون شمار ہوتا ہے) اب حساب سے جتنے دن حیض کے بنتے ہوں وہ حیض کے شمار کریں گے اور باقی استحاضہ،پس اگر معتادہ عورت ہو تو اپنی عادت کے مطابق حیض کے دن شمار کرے اور مبتدأہ ہو تو دس دن حیض کے شمار کرے۔اس حساب سے حیض کے دنوں میں جو نمازیں پڑھی گئیں وہ تو غیر معتبر ہوئیں اور حیض کے دنوں کے بعد جو نمازیں پڑھی گئی ہیں وہ چونکہ بغیر غسل کے پڑھی گئی ہیں غسل کر کے ان کی بھی قضاء پڑھے(کیونکہ ان شروع کے دنوں کا حیض ہونا تو بعد میں دوبارہ پندرہ دنوں سے پہلے خون آنے پر واضح ہوا اور جب یہ ایام حیض قرار پائے تو ان کے بعد غسل بھی ضروری تھا جو کہ حکم واضح نہ ہونے کی وجہ سے پہلے نہیں کیا گیا)

مثال: معتادہ کو عادت کے مطابق یکم تاریخ سے خون دکھائی دیا لیکن دو دن آکر بند ہوگیا۔

اس لئے مستحب وقت کے آخر تک انتظار کرے۔قاعدہ کے مطابق غسل کئے بغیر وضو کر کے نماز پڑھنا شروع کرے پھر اگر پندرہ دن سے پہلے دوبارہ خون آگیا تو یوں سمجھیں گے کہ یکم سے جو خون جاری ہوا تھا وہ اب تک مسلسل جاری ہے۔

اب اگر وہ عورت معتادہ ہے اور مثلاً اس کی عادت پانچ دن ہے،تو یکم سے پانچ تاریخ تک حیض کے دن شمار ہوں گے،ان پانچ دنوں میں جن ایام میں حقیقۃً خون نظر آیا ہے مثلاً یکم اور دو ان ایام میں تو حیض حقیقی

ہے اور جن ایام میں خون نظر نہیں آیا مثلاً تین سے پانچ تک ان میں حیض حکمی ہے اور پانچ کے بعد حیض کے ایام نہیں لہٰذا پچھلا خون بند ہونے کے بعد پندرہ دن پورے ہونے سے پہلے جو یہ دوبارہ خون آیا ہے یہ استحاضہ ہے ان کی وجہ سے نماز نہ چھوڑے گی اور دو تاریخ پر خون بند ہونے کی وجہ سے بغیر غسل جو نماز اس دوسرے خون کے آنے تک پڑھتی رہی تو اس میں سے تین تا پانچ تاریخ کی نمازیں تو غیر معتبر ہوئیں کیونکہ وہ حیض کا زمانہ ہونا اب ثابت ہوگیا اور پانچ کے بعد کی نمازیں حیض کا زمانہ ختم ہونے کی وجہ سے اس پر لازم تھیں لیکن صورت حال واضح نہ ہونے کی وجہ سے بغیر غسل کے پڑھی ہیں اس لئے اب جب دوبارہ خون آیا جس کی وجہ سے پچھلے ایام میں حیض وغیر حیض کے ایام واضح ہوگئے تو اب غسل کر کے پانچ تاریخ کے بعد کی نمازیں دہرائے یعنی قضا پڑھے۔اور اگر عورت مبتدأہ ہو تو اس مذکورہ صورت میں یکم سے دس دن حیض کے شمار کرے گی۔ پہلے دو دن حیض حقیقی باقی حکمی۔اور دس تاریخ کے بعد کی نمازیں غسل کر کے دہرائے گی۔

ایک مفید مشورہ

اس گذشتہ صورت میں اگر معتادہ اپنی عادت کے بقدر دن گزرنے کے بعد (مثلاً گذشتہ مثال میں پانچ تاریخ کے بعد کیونکہ اس کی عادت پانچ دن ہے اور یکم سے خون شروع ہوگیا تھا) اور مبتدأہ دس دن گزرنے کے بعد احتیاطاً غسل کر لے تو بعد میں صورتحال واضح ہونے پر اسے یہ سابقہ نمازیں قضا نہ پڑھنی پڑیں گی وہ اسی وقت صحیح ہو جائیں گی۔اسی شکل نمبر ا میں ایک دو دن خون آ کر بند ہونے کے بعد پھر اگر پندرہ دن تک خون نہیں آیا تو اس سے واضح ہوگا کہ پہلے جو ایک دو دن خون آیا تھا وہ استحاضہ تھا، حیض نہ تھا لہٰذا ان دنوں کی نمازیں جو حیض کے احتمال کی وجہ سے نہیں پڑھیں وہ اب صورتحال واضح ہونے پر قضا پڑھے۔چونکہ شکل نمبر ا کے بعض مسائل میں پنجگانہ نمازوں کے اوقاتِ مستحبہ تک انتظار کا بھی حکم ہے لہٰذا پانچوں نمازوں کے یہ مستحب اوقات بھی سمجھ لئے جائیں۔

پنجگانہ نمازوں کے مستحب اوقات کی حد

فجر: سورج کے طلوع سے پندرہ بیس منٹ پہلے تک۔

ظہر: مثلِ اول کے آخر تک (مثلِ اول اس وقت ختم ہوتا ہے جب ہر چیز کا سایہ اس چیز کے برابر ہو جائے سوائے سایہ اصلی کے)

عصر: غروب سے لگ بھگ بیس پچیس منٹ قبل تک۔ ﴿بقیہ صفحہ ۴۹ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بسلسلہ اصلاحِ معاملہ مفتی محمد امجد حسین

معیشت اور تقسیمِ دولت کا فطری اسلامی نظام (قسط۱۶)

بیع اور مال کی تعریف (حقیقت) بیان کرنے کے بعد اب بیع کے ارکان وشرائط کی بقدرِ ضرورت تفصیل ذکر ہوگی لیکن اس سے پہلے بیع یعنی خرید وفروخت کے اقسام اور اس باب میں چند اہم فقہی اصطلاحات کی وضاحت مختصر الفاظ میں ملاحظہ ہو۔اس سے آگے کے مسائل سمجھنے میں بھی آسانی ہوجائے گی۔

عقد(Contract):ایک سے زیادہ افراد آپس میں کوئی معاملہ کریں تو یہ معاملہ عقد کہلاتا ہے(واضح رہے کہ معاملہ کے لفظ میں لغۃً ہی شرکت کا مفہوم موجود ہے کیونکہ ایک آدمی کوئی کام کرتا ہے تو وہ عمل کہلاتا ہے لیکن جو کام ایک سے زیادہ افراد کے اشتراک سے وجود پائے وہ معاملہ کہلاتا ہے)

عقد کا بھی یہی مفہوم ہے اس لحاظ سے نکاح، بیع، اجارہ وغیرہ عقد کے زمرے میں آتے ہیں کہ یہ دو(یا دو سے زیادہ)افراد کے ذریعے وجود پاتے ہیں)

عاقد:معاملہ کرنے والا ایک فرد(اور دونوں کو عاقدین کہتے ہیں)

مجلس عقد:وہ مجلس جس میں عقد سرانجام پائے(عقود میں مجلس عقد کی بھی بہت اہمیت ہے کیونکہ عقد کا ایک بنیادی رکن ایجاب وقبول ہے جیسا کہ تفصیل آگے آئے گی اور ایجاب وقبول دونوں کا ایک مجلس میں ہونا ضروری ہے دونوں کی مجلس الگ الگ ہو تو ایجاب وقبول ایک دوسرے پر مرتب نہ ہوں گے جس کی وجہ سے عقد کو وجود نہ ملے گا)

بائع:بیچنے والا۔**مشتری**:خریدنے والا۔**مبیع**:چیز جو بیچی گئی۔

ثمن:بیع کے عوض بائع کے ساتھ طے کرکے جو چیز خریدار ادا کرے(خواہ نقدی ہو یا کوئی اور چیز)

قیمت:کسی چیز کا بازار میں رائج نرخ(ثمن اور قیمت میں فرق یہ ہے کہ قیمت تو کسی چیز کا جوہری ورائج الوقت نرخ ہوتا ہے یعنی مارکیٹ ویلیو، جبکہ ثمن وہ نرخ ہے جو بائع اور مشتری میں طے پاجائے خواہ بازاری قیمت سے کم وبیش ہی ہو)

مالِ متقوم:وہ مال جس کی شریعت کی نظر میں یا عرف میں کوئی قیمت اور ویلیو ہو۔

ایجاب:معاملہ کرتے وقت جو پیشکش کی جائے(خواہ بیچنے والا بیچنے کی پیشکش کرے یا خریدنے کا

خواہش مند خرید نے کی پیشکش کرے بہرصورت جو فریق پہلے پیشکش کرے تو اس کا کلام یعنی یہ پیشکش ایجاب کہلاتی ہے، اسی طرح عقد نکاح میں بھی پہلا کلام، ایجاب ہوتا ہے خواہ لڑکی ،لڑکی والوں کی طرف سے ہو یا لڑکے ،لڑکے والوں کی طرف سے ہو)

قبول: پیشکش کے بعد دوسرے فریق کی رضامندی والا کلام۔

بیع تعاطی: عقد بیع میں کلام کی صورت میں (یا تحریر کی صورت میں) زبانی الفاظ کے ساتھ باقاعدہ ایجاب وقبول نہ ہو بلکہ بغیر کہے سنے، یا طے کئے بائع خریدار کو مطلوبہ چیز دے اور خریدار یعنی مشتری بائع کو چپ چاپ رقم حوالے کر دے۔اسی کا زیادہ رواج ہے عام خریداریوں میں ایجاب وقبول کے تلفظ کا رواج نہیں، البتہ جائیداد کی خرید وفروخت وغیرہ بڑے سودوں میں اسٹام پیپر جیسے دستاویزات پر ایجاب وقبول کے متعلق تحریر لکھی جاتی ہے (بیع تعاطی کی وضاحت اور عملی مثالیں آگے آئیں گی)

استجرار: بائع کو پیشگی (ایڈوانس) رقم دیکر نوبت بہ نوبت حسبِ ضرورت چیزیں خریدتے رہیں، بائع اس ایڈوانس رقم سے اس کی قیمت منہا کرتا رہتا ہے۔اس کے برعکس اگر حسبِ ضرورت بائع (دکاندار) سے سودا ادھار خریدتا رہے اور آخر میں (ماہ بماہ یا کسی اور مدت سے) حساب کر کے رقم دیں تو یہ بیع تعاطی ہی کی ایک صورت ہے۔واضح رہے کہ ایجاب وقبول کر کے بیع وشراء کی طرح بیع تعاطی اور بیع استجرار بھی جائز ہے۔

بیع کی مختلف اقسام

بیع: رائج الوقت نقدی اور کرنسی کے عوض کوئی چیز خریدنا۔ عام طور پر اسی کا رواج ہے خصوصاً شہری زندگی میں، صرف لفظ بیع بولا جائے تو اس سے یہی بیع مراد ہوتی ہے۔

بیع مقایضہ: ایک چیز کو دوسری چیز کے عوض (نہ کہ نقدی یا کیش کے عوض) فروخت کرنا، مثلاً گھر میں مرغی تھی انڈے وافر تھے، پیسے نہیں تھے، گاؤں کی ماسی کو چائے کی پتی کی، چینی کی ضرورت پڑ گئی، جا کر دوکاندار کو درجن انڈے بیچے اس کے عوض میں کلو چینی کچھ پتی خرید لی، گاؤں دیہاتوں میں آج بھی اس طرح کی بیع پائی جاتی ہے، پہلے زمانے میں، سادہ وقتوں میں اسی طرح کی بیع کا زیادہ رواج تھا، پیسہ عام نہ تھا۔ضروریات اسی طرح ہی پوری کی جاتی تھیں کہ اپنے پاس جو جنس، جو سامان فاضل ہے، یا جو گھر کی پیداوار ہے اپنا پیشہ ہے، وہ فاضل چیز جا کر دوکاندار کو یا اس چیز کے کسی بھی خواہشمند، ضرورت مند کو دیکر اس کے عوض میں وہ چیز خریدی جو اُس کے پاس فاضل ہے اور اس بیچنے والے کو ضرورت ہے لیکن اِس کے پاس موجود نہیں، اس طرح زندگی کی گاڑی

چلتی تھی اورسب کی ضروریات پوری ہوتی تھیں۔یہی بیعِ مقائضہ ہے۔

بیع صرف: زرکی زر کے بدلے میں فروخت یعنی سونا یا چاندی کی آپس میں یا ایک دوسرے کے بدلے میں فروخت (اس کے احکام میں بعض نازک شرائط ہیں جن کی رعایت نہ رکھنے سے یہ معاملہ سودی بن جاتا ہے، بیع صرف کی قدرے ضروری تفصیل ہم آگے بیان کریں گے)

بیعِ سلم: سلم ایک ایسی بیع ہے جس کے تحت بائع متعینہ مبیعہ کی طے شدہ قیمت (ثمن) پیشگی وصول کرلیتا ہے، اورمبیعہ (فروخت شدہ مال) کی ادائیگی کے لئے مستقبل کی کوئی تاریخ طے کرلیتا ہے، کہ اس تاریخ کو وہ مبیعہ مشتری کے حوالے کرنے کی ذمہ داری لیتا ہے، گویا کہ اس بیع میں ثمن نقد ہوتا ہے لیکن مبیعہ کی ادائیگی مستقبل میں متعینہ میعاد تک مؤخر ہوتی ہے، اس بیع میں خریدار کو''رب السلم'' بائع کو''مسلم الیہ'' اورخریدی ہوئی چیز کو''مسلم فیہ'' کہتے ہیں۔

استصناع: استصناع کا مطلب یہ ہے کہ کسی تیارکنندہ (مینوفیکچرر) کوآرڈر دیا جائے کہ وہ خریدار کے لئے متعین چیز بنادے، اس طرح اس بیع میں چیز وجود میں آنے سے پہلے ہی سودا ہوجاتا ہے۔

اقالہ: مشتری کسی سودے پر پشیمان ہوجائے اورمبیعہ کوواپس کرکے قیمت واپس لینا چاہے توبائع پر سوداواپس کرنالازم نہیں، لیکن وہ ہمدردی کرتے ہوئے سوداواپس کرے تواجر کا مستحق ہوتا ہے، اس عقدِ بیع لوٹانے کواقالہ کہتے ہیں۔

قیمت فروخت وقیمت خرید کے اعتبار سے بیع کی اقسام

اس اعتبار سے بیع کی چارقسمیں ہیں جوکہ یہ ہیں:

بیع تولیہ: قیمت خرید یالاگت بیان کرکے بغیر منافع کے اسی قیمت پربیچا جائے۔

بیع ضیعہ: قیمت خرید یالاگت بیان کرکے اس سے بھی کم قیمت (یعنی نقصان یارعایت) پربیچا جائے۔

بیع مرابحہ: قیمت خرید یالاگت بتلاکراس پرکچھ نفع لگاکر بیچا جائے۔یعنی منافع پربیچا جائے،

بیع مساومہ: قیمتِ خرید بتلائے بغیرکسی بھی متفقہ قیمت پر(جوبائع ومشتری میں طے ہوجائے، یاعام طور پرچیز کی وہ قیمت رائج ہوچکی ہواورلوگوں کومعلوم ہو، یاپیک شدہ اشیاء ہوں اور قیمت اس پیکٹ، ڈبے وغیرہ پرلکھی ہوئی ہو) چیز بیچی جائے (عام طورپراسی کارواج ہے)

یہ چاروں قسمیں جائز ہیں۔جونسی قسم بھی اختیار کرے اس میں امانت ودیانت کوعمل میں لائے، جھوٹ،

دھوکہ، غلط بیانی نہ کرے ورنہ خواہ مخواہ حلال کمائی مشکوک ومشتبہ ہوجائے گی اور گنہ گار ہوگا۔
مثلاً بیع تولیہ ظاہر کرتے ہوئے کہے کہ یہ مجھے اتنے کی پڑی ہے اور بغیر منافع لئے اسی قیمت خرید پر تمہیں بیچ رہا ہوں۔ اب اگر اپنے اس قول میں سچا ہے تو یہ صحیح معنوں میں بیع تولیہ ہے۔ اگر اگلے فریق کی رعایت کی وجہ سے ایسا کیا تو ثواب بھی ہوگا، وہ اس کا احسان مند بھی ہوگا۔ اسکا دل بھی خوش ہوگا اور دوسرے مسلمان بھائی کو خوش کرنا اللہ تعالیٰ کو خوش کرنا ہے۔ تو دنیا کی بھی کمائی ہوگئی اور آخرت کی بھی کمائی ہوگئی۔
لیکن اگر اپنے اس کہنے میں جھوٹا ہے۔ بیع تولیہ ظاہر کررہا ہے لیکن حقیقت میں وہ چیز اتنے کی خرید نہیں اس سے کم کی ہے اور یہ منافع لگا کر بیچ رہا ہے، لیکن دھوکہ اور غلط بیانی کرکے کہتا ہے کہ تو یار دوست آدمی ہے، تجھ سے کون منافع لے، قیمت خرید پر ہی دے رہا ہوں تو اللہ میاں بھی ناراض ہوں گے، جھوٹ دھوکہ، غلط بیانی کا گناہ ہوگا۔ کمائی میں برکت نہ ہوگی بظاہر تو دنیا کا منافع ہے لیکن بوگس منافع ہے اور آخرت کے اعتبار سے تو منافع کی بجائے خسارہ ہے۔
اس اللہ کے بندے نے منافع ہی لینا ہے تو جھوٹا احسان کیوں جتلاتا ہے، آخر بیع مرابحہ بھی تو جائز ہے بلکہ تجارت سے مقصود منافع کمانا ہی تو ہوتا ہے، کوئی عار، شرم کی بات تو نہیں۔ سیدھی بات کیوں نہیں کہتا کہ اتنے کی خرید ہے اور اتنے کی بیچوں گا۔ یا اگر قیمتِ خرید نہیں بتانا چاہتا تو بیع مساومہ کرلے وہ بھی تو جائز ہے کہ بھائی اس چیز کے اتنے دام ہیں قطع نظر اس سے کہ میں نے کتنے کی خریدی ہے۔ وارہ آئے تو خرید لیں ورنہ چھوڑ دیں۔ اس طرح تجارت میں، کمائی میں برکت ہوگی، یہ دنیا وآخرت کے منافع والی تجارت بنے گی۔
لیکن منافع بھی کمارہا ہے، اگلے کی جیب بھی صاف کررہا ہے اور ساتھ احسان بھی جتلا رہا ہے، کہ کوئی منافع تم سے نہیں لے رہا۔ یہ دوغلا پن ہے، سفلا پن ہے، منافقت ہے، بے ایمانی ہے، مسلمان بھائی کو جھوٹے موٹے احسان کے زیر بار کرنا ہے۔ اس طرز عمل سے باز آ ؤ گے یا نہیں؟

بیع منعقد اور بیع غیر منعقد

بیع منعقد یعنی جو معتبر ہوتی ہے اور شرعی حکم بیع وثمن پر ملکیت واستحقاق کا اس پر لاگو ہوتا ہے اس کی چار قسمیں ہیں صحیح، فاسد، موقوف، نافذ۔
بیع صحیح: جو اپنی ذات کے اعتبار سے بھی اور خارجی صفات کے اعتبار سے بھی شریعت کے حکم کے موافق ہو یعنی

بیع کی شرعی شرائط واحکام اس میں پورے ہوں۔اس کا حکم یہ ہے کہ بائع ثمن کا اور مشتری مبیع کا مالک بن جائے گا

بیع فاسد: جو اپنی حقیقت اور ذات کے اعتبار سے صحیح ہو لیکن خارجی اوصاف کے اعتبار سے اس میں کوئی نقص ہو، شریعت کا کوئی حکم، بیع کی کوئی شرط اس میں چھوٹ رہی ہو۔(آگے کچھ مزید وضاحت آجائے گی) اس کا حکم یہ ہے کہ بائع اور مشتری دونوں کو یہ بیع فسخ اور ختم کر لینا چاہئے، اور دوبارہ چاہیں تو وہ نقص جو موجب فساد تھا اسے دور کر کے نئے سرے سے بیع کر لیں۔

لیکن اگر وہ اس کو ختم نہیں کرتے اور مشتری نے مبیع پر قبضہ کر لیا ہے تو اس کا قبضہ صحیح ہو جائے گا۔اور اس چیز کا استعمال بھی جائز ہوگا، لیکن یہ غلط معاملہ کرنے کا گناہ ان کو ہوگا اور اس کا حکم سودی معاملہ کا ہوگا (امداد ۳/۹۳)

بیع موقوف: کسی نے دوسرے کی چیز اس کی اجازت کے بغیر بیچ دی یا خرید لی، یا نابالغ ہوشیار بچہ نے کوئی چیز بیچ دی یا خرید لی۔

تو اس کا حکم یہ ہے کہ یہ بیع موقوف اور معلق رہے گی۔اگر اصل مالک نے اس کی اجازت دیدی۔اس کو نافذ کر دیا۔یا نابالغ کے ولی اور سرپرست نے اس خرید و فروخت کو قبول کر لیا۔اس پر رضامندی اختیار کر لی۔ تو یہ بیع وشراء صحیح ہو جائے گی اور اگر انہوں نے رد کر دی تو یہ معتبر و نافذ نہیں ہوگی۔اسکو فسخ کیا جائے گا۔

بیع نافذ: جو بیع موقوف و فاسد نہ ہو، معتبر اور صحیح ہو اس کی پھر دو قسمیں ہیں نافذ لازم، نافذ غیر لازم۔

نافذ لازم تو وہی قسم بن جاتی ہے جو ابھی پیچھے بیع صحیح کے نام سے ذکر ہو چکی ہے۔نافذ غیر لازم میں کچھ تفصیل ہے۔　(جاری ہے............)

﴿بقیہ متعلقہ صفحہ ۴۴ ''پاکی ناپاکی کے مسائل''﴾

عشاء: رات کا ایک تہائی حصہ گزرنے تک (یعنی مغرب سے صبح صادق ہونے تک کل رات کا تیسرا حصہ۔اگر مغرب سے صبح صادق تک نو گھنٹے بنتے ہوں، تو مغرب کے بعد تین گھنٹے گزرنے پر ایک تہائی رات مکمل ہوگی)

شکل نمبر۲

ایامِ عادت مکمل ہونے سے پہلے لیکن تین دن رات پورے ہونے کے بعد خون بند ہوا (مثلاً عادت پانچ دن خون آنے کی ہے اور اب چار دن پر بند ہو گیا) تو اس حکم یہ ہے کہ غسل کر کے نماز پڑھنا شروع کر دے (البتہ جس وقت خون بند ہوا ہے اس وقت کی نماز کا مستحب وقت ختم ہونے تک انتظار کرنا یہاں بھی واجب ہے کہ شائد پھر خون آ جائے)　(جاری ہے......)

بسلسلہ : آدابُ المعاشرت

مولانا محمد ناصر

اولاد کی تربیت کے آداب (قسط ۱۱)

والدین پر اولاد کا ایک حق

جس طرح اولاد پر والدین کے بہت سے حقوق ہیں، اسی طرح والدین پر بھی اولاد کے حقوق عائد ہوتے ہیں، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

كَمَا أَنَّ لِوَالِدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، كَذَالِكَ لِوَلَدِكَ عَلَيْكَ حَقٌّ (الأدب المفرد للامام البخاری، باب بر الأب لولده، صفحه ۳۵)

''جس طرح تمہارے والد کا تم پر حق ہے، اسی طرح تمہارے بچے کا بھی تم پر حق ہے''

والدین پر اولاد کے جو حقوق لازم ہیں، اُن میں ایک بڑا حق والدین پر یہ ہے کہ وہ اپنی اولاد کی تعلیم وتربیت کا بندوبست کریں، چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا (سورة التحريم، آيت نمبر ٦)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! خود کو اور اپنے اہل وعیال کو (جہنم کی) آگ سے بچاؤ'' (ترجمہ ختم)

اس آیت کی تفسیر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَدِّبُوْا هُمْ ،عَلِّمُوْا هُمْ (تفسير طبری، در ذيل سورة التحريم، آيت نمبر ٦)

ترجمہ: ''اپنے اہل وعیال کی تربیت کرو اور اُن کو دین کا علم سِکھاؤ''

معلوم ہوا کہ اپنے بیوی بچوں کو دین کا علم اور دین کی باتیں سِکھلانا فرض ہے، اور اگر ایسا نہ کیا تو پھر اس کا انجام دوزخ ہے (حیٰوۃ المسلمین مشمولہ اصلاحی نصاب، صفحہ ۸۰، بتغیر)

لہٰذا والدین کو اولاد کا یہ حق ادا کرنے کی فکر کرنی چاہیے، اور پھر اولاد کو دین کا علم سِکھلا کر والدین نہ صرف ایک فریضے کی ادائیگی سے سبکدوش ہوتے ہیں، بلکہ دین کا علم رکھنے والی اولاد اپنے والدین کے لیے ذخیرۂ آخرت بھی ہے اور صدقۂ جاریہ بھی۔

نیک اولاد، ذخیرۂ آخرت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی احادیث میں نیک اولاد کو والدین کے لیے بخشش، صدقۂ جاریہ اور اُن کے درجات بلند

کرانے کا ذریعہ قرار دیا ہے:

چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ مِـمَّا یَلْحَقُ الْمُؤْمِنَ مِنْ عَمَلِہٖ وَحَسَنَاتِہٖ بَعْدَ مَوْتِہٖ عِلْمًا عَلَّمَہٗ وَنَشَرَہٗ وَوَلَداً صَـالِحاً تَرَکَہٗ وَ مُصْحَفًا وَرَّثَہٗ اَوْ مَسْجِدًا بَنَاہُ اَوْ بَیْتًا لِابْنِ السَّبِیْلِ بَنَاہُ اَوْ نَھْرًا اَجْـرَاہُ اَوْ صَـدَقَۃً اَخْرَجَھَا مِن مَّالِہٖ فِیْ صِحَّتِہٖ وَحَیَاتِہٖ یَلْحَقُہٗ مِنْ بَّعْدِ مَوْتِہٖ (ابنِ ماجه، باب ثواب معلم الناس الخیر، حدیث نمبر ۲۳۸)

ترجمہ: ’’بے شک مؤمن کو مرنے کے بعد اپنے اعمال اور نیکیوں میں سے جو چیزیں ملتی ہیں اُن میں سے ایک دین کا علم ہے جو اُس نے سِکھایا اور پھیلایا، اور نیک اولاد ہے جو اُس نے چھوڑی، اور قرآن کا نسخہ ہے جو اُس نے چھوڑا، یا مسجد ہے جو اُس نے بنائی، یا وہ مسافر خانہ ہے جو اُس نے مسافروں کے لیے بنایا ہو، یا نہر ہے جو اُس نے جاری کی ہو، یا صدقہ ہے جو اُس نے اپنی صحت اور زندگی میں اپنے مال میں سے (اللہ کے راستے میں) نکالا؛ یہ چیزیں مؤمن کو اُس کے مرنے کے بعد ملتی ہیں‘‘ (ترجمہ ختم)

اس حدیث سے نیک اولاد کا والدین کے لئے صدقۂ جاریہ ہونا معلوم ہوا۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

یَشْـفَـعُ یَـوْمَ الْقِیَامَۃِ ثَلاَ ثَۃٌ .اَلْاَنْبِیَاءُ ثُمَّ الْعُلَمَاءُ ثُمَّ الشُّھَدَاءُ (ابنِ ماجه، باب ذکر الشفاعة)

ترجمہ: ’’قیامت کے دن تین (طرح کے حضرات) سفارش کریں گے، انبیاء، پھر علماء پھر شہداء‘‘ (ترجمہ ختم)

ایک دوسری حدیث میں حضور ﷺ نے فرمایا:

مَانَحَلَ وَالِدٌ وَلَداً مِنْ نَحْلٍ أَفْضَلَ مِنْ أَدَبٍ حَسَنٍ (ترمذی، باب ماجاء فی أدب الولد)

ترجمہ: ’’کسی اولاد والے نے اپنی اولاد کو کوئی دینے کی چیز ایسی نہیں دی جو اچھے اَدب سے بڑھ کر ہو‘‘ (ترجمہ ختم)

’’اچھے ادب‘‘ سے کیا مراد ہے؟ اس کی تشریح کرتے ہوئے محدث امام مناوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

فَأَهَمُّ الْآدَابِ اَدُبُهٗ مَعَ اللّٰهِ بَاطِنًا بِآدَابِ الْاِيْمَانِ كَالتَّعْظِيْمِ وَالْحَيَاءِ وَالتَّوَكُّلِ وَظَاهِراً لِمُحَافَظَةِ الْحُدُوْدِ وَالْحُقُوْقِ وَالتَّخَلُّقِ بِاَخْلَاقِ الْاِسْلَامِ وَآدَابِهٖ مَعَ الْمُصْطَفٰى ﷺ فِيْ مُتَابَعَةِ سُنَنِهٖ فِيْ كُلِّ صَغِيْرٍ وَكَبِيْرٍ وَجَلِيْلٍ وَحَقِيْرٍ ثُمَّ أَدُبُهٗ فِيْ صُحْبَةِ الْقُرْآنِ بِالْاِنْقِيَادِ لَهٗ عَلٰى غَايَةِ التَّعْظِيْمِ ثُمَّ يَتَعَلَّمُ عُلُوْمَ الدِّيْنِ فَفِيْهَا جَمِيْعُ الْآدَابِ ثُمَّ أَدُبُهٗ مَعَ الْخَلْقِ بِنَحْوِ مَدَارَاةٍ وَرِفْقٍ وَمُوَاسَاةٍ وَاِحْتِمَالٍ وَغَيْرِ ذَالِكَ وَثَوَابُ الْأَدَبِ فِيْ تَعْلِيْمِ الْوَلَدِ بِقَدْرِ شَأْنِ مَاعَلَّمَ (فيض القدير جزء ۵ ، حديث نمبر ۸۱۱۸)

ترجمہ: ''سو اہم آداب میں سے اللہ تعالیٰ کے حق میں ادب اختیار کرنا ہے، باطنی طور پر بھی، اور ظاہری طور پر بھی، جیسے ایمان کے تقاضے پورے کرنا مثلاً اللہ تعالیٰ کی عظمت کو ملحوظ رکھنا، اور اللہ تعالیٰ سے حیا کرنا، اور ہر معاملے میں اللہ پر ہی بھروسہ رکھنا، اور ظاہری آداب جیسے حدود کی حفاظت اور حقوق کی رعایت، اور دین کے پورے رنگ میں رنگ جانا، اور حضور ﷺ کے متعلق آداب اور حقوق کی رعایت کہ آپ کے طریقوں اور سنتوں کی ہر چھوٹے بڑے عمل میں اتباع کرنا، پھر قرآن مجید کے متعلق ادب کہ پوری عظمت واحترام کو ملحوظ رکھ کر قرآنی احکام کی بجاآوری اور تابعداری اختیار کرنا، پھر ضروری دینی علوم کو حاصل کرنا، جس میں یہ سارے آداب بھی آجاتے ہیں، پھر مخلوق کے حق میں ادب کی بجاآوری مثلاً مخلوقِ خدا کی دلجوئی، ان کے ساتھ نرمی کا برتاؤ اور ان کی ہمدردی وخیرخواہی کو ملحوظ رکھنا، اور ان کا بار اٹھانا (یا ان کی ایذاؤں پر صبر کرنا) وغیرہ وغیرہ، تو ان آداب وشرعی احکام میں سے جس قدر بچے کو سکھائے گا، اور ان کے مطابق اس کی تربیت کرے گا تو اتنا ہی ثواب پائے گا'' (ترجمہ ختم)

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ اولاد کی تعلیم وتربیت ایک وسیع موضوع ہے، گویا کہ اولاد والدین کے پاس خام مال ہوتا ہے، اس خام مال کی دینی اور دنیاوی اصلاح والدین کی ذمہ داری ہے، اور اس ذمہ داری کو ادا کرنے کے کئی فوائد خود والدین کو بھی حاصل ہوتے ہیں۔

اس کے برعکس اس ذمہ داری میں کوتاہی نہ صرف گناہ بلکہ دنیا میں بھی اکثر والدین کے لئے باعثِ وبال بن جاتا ہے۔

نافرمان اولاد اور پریشان والدین

بعض لوگ اولاد کی تعلیم وتربیت کے سلسلے میں پریشان رہتے ہیں، اور شکایت کرتے ہیں کہ بچے بدشوق ہیں، تعلیم کی طرف توجہ نہیں کرتے، نماز روزے میں کوتاہی کرتے ہیں، نافرمانی کرتے ہیں، اور اس سے نجات کے لیے وہ بسا اوقات وظائف بھی طلب کرتے ہیں۔

حالانکہ والدین پر فرض یہ ہے کہ وہ اولاد کی تعلیم وتربیت کا انتظام کردیں، جب والدین نے اپنی اولاد کے لیے اس کا انتظام کردیا، تو انہوں نے اپنا فرض ادا کردیا، پھر خواہ اولاد اپنے علم پر عمل کرے یا نہ کرے، دونوں صورتوں میں والدین بریُ الذمۃ ہوگئے، اور اگر اولاد اپنے علم اور دین کے حکموں پر عمل نہیں کرے گی تو اس کا وبال اُنہیں پر ہوگا، والدین پر نہیں۔

اولاد کی تعلیم وتربیت کے سلسلے میں والدین تدبیر کے مکلّف ہیں، نتیجے کے نہیں؛ چنانچہ اولاد کی تعلیم کے لیے دیندار، شفیق اور مہربان استاد تلاش کرنا، قرآن مجید اور کتابیں مہیا کردینا، تعلیم کے ادارے میں داخل کرادینا، اور مزید برآں علم کے فوائد، فضائل اور منافع سُنا کر ترغیب دیدینا اور اولاد کی تعلیم وتربیت کے سلسلے میں نگرانی اور دیکھ بھال کرتے رہنا، اور اُن کی جسمانی اور روحانی یا اخلاقی تربیت کے لیے اُنہیں وقت دینا؛ غرضیکہ والدین اور سرپرست بچوں کی تعلیم وتربیت کے لیے تدابیر اختیار کرنے کے ہی مکلّف ہیں، اگر تدابیر اختیار کررکھی ہیں، تو کافی ہے، آگے ثمرہ اور نتیجہ کیونکہ اپنے اختیار سے باہر ہے، اس لیے نتیجہ حاصل نہ ہونے کی صورت میں پریشانی کی ضرورت نہیں، اختیاری کاموں میں مشغول ہونا چاہیے، اور غیراختیاری کے پیچھے نہیں پڑنا چاہیے، پریشانی کی اصلی وجہ غیراختیاری کاموں اور نتائج کے درپے ہونا ہے لہٰذا اولاد کی تربیت کے سلسلے میں صحیح تدابیر اختیار کی جائیں، اُن کے اعمال کی نگرانی کی جائے، اچھے بُرے میں امتیاز کرایا جائے، غلطیوں پر اُنہیں روک ٹوک کی جائے، والدین اور سرپرست جو بچوں کے لیے نمونے اور ماڈل کی حیثیت رکھتے ہیں، عملی نمونہ بن کر اولاد کی تربیت کریں، اور گناہ یا خلافِ شریعت کام تو کجا، غیراخلاقی اور غیرمہذب طرزِ عمل اختیار کرنے سے بھی حتی الامکان گریز ہو، اور بچوں کے ساتھ ایسے لاڈ پیار سے بچا جائے جس کی وجہ سے اُن کے اخلاق خراب ہوں اور بگڑیں تو کوئی وجہ نہیں کہ بچوں کی تربیت نہ ہو، بلکہ صحیح تدابیر کے نتیجے میں ان شاءاللہ نتائج بھی اچھے ثابت ہوں گے، لیکن اگر تدابیر درست نہ ہوں تو نتائج کا تلخ نکلنا فطری امر ہے۔ (جاری ہے......)

Idara Ghufran

بسلسلہ : اصلاح وتزکیہ اصلاحی مجلس: حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب

تقویٰ اور صادقین کی معیّت (تیسری وآخری قسط)

بروز اتوار بعد عصر ادارہ غفران میں اصلاحی مجلس کے آغاز کے موقع پر مؤرخہ ۱۶/صفر ۱۴۲۰ھ بمطابق 21/ مئی 2000ء حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب دامت برکاتہم نے ادارہ غفران، راولپنڈی میں تشریف لاکر قیمتی نصائح ارشاد فرما کر فرمائیں؛ ان نصائح کو کیسٹ میں محمد آصف صاحب سلمہٗ نے محفوظ فرمایا اور مولانا محمد ناصر صاحب نے کیسٹ سے نقل کیا، اب حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم کی نظرِ ثانی واصلاح کے بعد انہیں شائع کیا جارہا ہے..(ادارہ......)

شیخ کا ولی اور مقبول ہونا ضروری نہیں، محقق ہونا کافی ہے

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ نے فرمایا کہ شیخ کا ولی ہونا ضروری نہیں، مقبول ہونا ضروری نہیں، دونوں چیزوں کی تردید کردی، اگر کسی میں یہ چیزیں ہیں تو بہت عمدہ ہے، لیکن یہ دونوں چیزیں ضروری نہیں ہیں۔

حضرت فرماتے ہیں کہ محقق وفن دان ہو، اس راہ کا فن جانتا ہو۔ جیسا کہ کوئی حکیم یا ڈاکٹر فن سے واقف ہو، اپنے فن میں مہارت رکھتا ہو، طبیبِ حاذق ہو، اس سے جسمانی علاج کرانا اور اس کو اپنا معالجِ جسمانی بنانا درست ہے، خواہ وہ عمل میں کوتاہی کرتا ہو، طبیب ومعالج کا خود پرہیزگار ہونا ضروری نہیں ہے۔

بہرحال شیخ میں اصلاح کا فن جاننا اور اس میں مہارت ہونا یہ ضروری ہے، اگر اصلاح کے فن سے واقف ہے اور جانتا ہے اور آپ کو اس سے مناسبت ہے تو اس کو شیخ تجویز کر لیجیے، اور اگر ولی اور مقبول تو ہے، مگر فن دان نہیں ہے، بلکہ اناڑی ہے تو اس کو شیخ نہیں بنانا چاہیے، کیونکہ ایسی صورت میں تو وہ وہی ہوگا جو کسی نے کہا ہے کہ ع نیم حکیم خطرۂ جان ونیم ملا خطرۂ ایمان

میرے چچا مرحوم کو کراچی میں پھیپھڑوں کا کینسر تھا، انگریزی علاج کرایا، افاقہ نہیں ہوا پھر ہمارے ایک بڑے حاذق حکیم عباسی صاحب نیو کراچی میں رہتے تھے، حضرت مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں بہت آیا جایا کرتے تھے اور اُن سے تعلق تھا، تو میں نے ان سے ملاقات کی اور انہیں اپنے چچا صاحب مرحوم کے علاج کے لیے بُلایا چنانچہ وہ آئے، تو انہوں نے خود نسخہ تیار کیا اور کچھ احتیاط بتائی اور کہا کہ سگریٹ نہیں پینا اور خود بے

انتہاء سگریٹ پیتے تھے، ایک سگریٹ ختم نہیں ہوتا تھا تو دوسرا لگا لیتے تھے، جسے انگریزی میں چین سموکر (Chainsmooker) کہتے ہیں۔ خود تو سگریٹ پینے کی عادت اور مریض کو سگریٹ نہ پینے کی ہدایت دے رہے ہیں اور ان کے علاج سے چچا مرحوم کو فائدہ بھی ہوا۔ تو جس طرح ہمارے جسمانی امراض کے حکیم اور ڈاکٹر ہیں کہیں ذیابیطس کا علاج ہو رہا ہے، گردے کی تکلیف ہے، پھیپھڑے کی ہے، جتنے بھی جسمانی امراض ہیں، ان سب کے علاج کے لیے معالج وطبیب کا مقبول ومشہور ہونا کافی نہیں بلکہ فن دان اور ماہر ہونا ضروری ہے، خواہ وہ پھر مقبول ومشہور بھی ہو یا نہ ہو۔ ایسے ہی باطن اور روح کے بھی امراض ہیں، جیسے حسد، حرص، لالچ، کینہ، ان روحانی امراض کی بہت لمبی چوڑی فہرست ہے۔ اور وہ اصلاح میں اپنے شیخ کو ایک ایک کر کے بتانی پڑتی ہے، تو ان کے علاج ومعالجہ کے لیے معالج وطبیبِ روحانی کا فن سے واقف ہونا اور اس کا جاننا ضروری ہے۔

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کی ڈاک کی حالت

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی بہت ڈاک آیا کرتی تھی، مجھے الحمد للہ حضرت کی مجلس میں شرکت کی سعادت حاصل ہوئی ہے، ہمارے مفتی رضوان صاحب کے دادا مرحوم حضرت منشی سلیمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ ڈاک لایا کرتے تھے، اُس زمانے میں ڈاکیہ سے ڈاک نہیں لی جاتی تھی، بلکہ ڈاکخانہ سے خود لیتے تھے اور مجھے یاد ہے کہ جست کا ایک لمبا سا ڈبہ تھا، اس میں خط ہوتے تھے اور تالا لگا ہوتا تھا، وہ کھولتے تھے اور حضرت کے سامنے لا کر رکھ دیتے تھے۔

تصویر کا گناہ اور بزرگوں کی احتیاط

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: ایک خط آیا ہے، اور اس خط میں انہوں نے حضرت سے یہ سوال کیا کہ یہ فرمایئے کہ تصویر کا رکھنا گناہِ کبیرہ ہے یا گناہِ صغیرہ؟ حضرت نے یہ جواب نہیں دیا کہ گناہِ کبیرہ ہے یا صغیرہ ہے بلکہ فرمایا کہ بھائی ہماری ایک بات کا جواب دو کہ کپڑوں کے بکس میں کبھی آگ رکھتے ہوئے بھی یہ تحقیق کی ہے کہ یہ چھوٹی چنگاری ہے یا بڑا انگارہ ہے؟ بلکہ دیا سلائی ہوگی جب بھی آگ بجھانے کے لیے بھاگو گے تو گناہ کی تو خاصیت ہی ایسی ہے، پھر چھوٹے اور بڑے ہونے کا سوال کیا ہے؟ اور حدیث شریف میں بھی ہے اور مسئلہ بھی یہی ہے کہ جس گھر میں تصویریں ہوتی ہیں وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آتے، اور آج کل تو یہ حالت ہے کہ تصویریں تو لٹک ہی رہی ہیں، اب جو انگریزی وغیرہ کی کتابیں آ رہی ہیں، وہ بھی ساری

کی ساری اوپر سے نیچے تک تصویروں سے بھری ہوئی ہیں، اخبار یں تصویر نامہ ہیں خبر نامہ نہیں ہیں۔ بڑی فحش فحش تصویریں ہوتی ہیں، میں تو اخبار لینے سے منع ہی کر دیتا ہوں۔ ہمارے بزرگ حضرت بابا نجم الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے اکابر بھی رات کو سونے سے پہلے دیکھ لیتے تھے کہ کہیں میرے گھر میں تصویر دار اخبار تو نہیں ہے یا کوئی تصویر تو نہیں ہے۔ تصویر سے رحمت کے فرشتے نہیں آتے، ایسا بھی ہوا کہ ہم اکابر کے ساتھ کسی مریض کو دیکھنے گئے جو کہ مرضُ الموت میں تھے اور وہاں پر قائدِ اعظم کی یا کسی اور کی تصویر لٹکی ہوئی تھی یا کوئی تصویر والا کیلنڈر تھا تو مریض کی جان نہیں نکل رہی تھی، زبان پر کلمہ نہیں آرہا تھا، میرے سامنے ایسا ہوا، کہ ان بزرگ کی اس لٹکی ہوئی تصویر پر نظر پڑی تو فرمایا پھر ''اوہو، یہ سارا قصہ تو اس لعنت کا ہے؛ ہٹاؤ اس تصویر کو'' ؛ جیسے ہی تصویر ہٹائی، لا الٰہ الا اللہ کہا اور روح پرواز کر گئی۔ تصویروں کا گھروں میں رکھنا بڑی خطرناک چیز ہے

تین چیزوں میں تاخیر نہ کرو!

ایک صاحب نے حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا کہ نمازِ فجر کے بعد بروز جمعہ اگر کسی شخص کا انتقال ہوجائے تو قبل از نمازِ جمعہ اس کو دفن کیا جائے، یا نمازِ جمعہ کے بعد دفن کیا جائے تاکہ مجمع اور لوگ زیادہ ہوجائیں؟ کیونکہ یہ مسئلہ بھی ہے کہ دیر نہ کرو۔ حضرت نے فرمایا کہ جمعہ کے بعد کا انتظار نہ کیا جائے، عرض کیا کہ حضرت لوگ اس وجہ سے دیر کرتے ہیں کہ نمازِ جمعہ کے بعد نمازی زیادہ ہوں گے؟ فرمایا کہ یہ مسئلہ اُن کو معلوم نہیں ہے، اسی لیے ایسا کرتے ہیں، ان بیچاروں کو خبر نہیں کہ میت کے دیر کرنے میں سخت وعید آئی ہے۔ حدیث شریف کا ایک مضمون یاد آیا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تین چیزوں میں دیر نہ کرو: جب نماز کا وقت ہوجائے فوراً نماز کی تیاری کرو، کہیں خدانخواستہ نماز کے پڑھنے سے پہلے وقت آگیا، کوئی حادثہ پیش آگیا، دل کا دَورہ پڑ گیا اور بندہ ختم ہوگیا تو نماز کا وقت جب داخل ہوجائے فوراً نماز کی تیاری کرو۔ دوسری چیز ہے کہ جب کسی کی بیٹی جوان ہوجائے تو فوراً کوشش کرو، اس کے نکاح کی۔

اور تیسرا یہ ہے کہ جب جنازہ تیار ہوجائے تو میت کو جلد از جلد اُس کے ٹھکانے لے جاؤ۔ ہمارے حضرات فرماتے تھے کہ چھ گھنٹے کے اندر میت اپنے ٹھکانے پر پہنچ جائے تو بہت اچھا ہے، چھ گھنٹے سے زیادہ نہیں ہونے چاہئیں۔ بہر حال اصلاح وتزکیہ کے شعبہ میں مجاہدہ کرایا جاتا ہے اور مجاہدہ کہتے ہیں مخالفتِ نفس کو، اور نفس شَر کا منبع ہے، اس کی خواہشات وہی ہوتی ہیں جس سے معصیت اور شَر عائد ہوتا ہے۔

بس کافی وقت ہوگیا۔ مقصد یہی تھا کہ اصلاحِ نفس اور اصلاحِ اعمال کے لیے الحمدللہ ہمارے مفتی رضوان صاحب

نے یہ سلسلہ شروع کیا ہے، اس میں شرکت کریں، ان شاء اللہ تعالیٰ بہت نفع ہوگا اور حضرت کے ملفوظات کے سُننے ،سُنانے اور عمل کرنے سے ایک بزرگ، ایک مجدّدِ وقت سے ایک روحانی اور برزخی تعلق قائم ہوجائے گا۔

اختتامی دعا

اب دعا کریں:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلاَ نَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا وَمَوْلاَ نَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَسَلِّمْ.

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وتَرْحَمْنَا لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ.

یااللہ معاف کردیجیے، اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنَّا یَاکَرِیْمُ .

یااللہ ہمارے سارے گناہوں کو چاہے صغیرہ ہوں یا کبیرہ ہوں یااللہ گناہ تو منحوس چیز ہے، ہمارے گناہوں کی میل کچیل کو جو کہ نجس چیز ہے، اس کو صاف فرمادیجیے اور طہارت عطا فرمادیجیے، یااللہ ان تمام معصیتوں سے طہارت دیدیجیے، یااللہ حضرت حکیم الامت مجدّدُ الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے فیضِ روحانی سے ہم سب کو مستفید فرما۔ یااللہ جس سلسلہ کا آج افتتاح کیا ہے یااللہ اس میں برکت عطا فرما، یااللہ ادارۂ غفران کے وسائل میں خوب ترقی عطا فرمایئے، یااللہ خوب اور زیادہ سے زیادہ امداد عطا فرمایئے، اور یااللہ اس میں اپنی برکتیں اور رحمتیں رکھ دیجیے، یااللہ جو یہاں دین کا کام کررہے ہیں اُن کو صحت اور تندرستی عطا فرمایئے، یااللہ ہمارے دوست احباب میں جو مقروض ہیں اُن کو قرض کے بار سے سبکدوش فرمادیجیے، یااللہ جو بے روزگار ہیں اُن کو جائز روزگار عطا فرمادیجیے، یااللہ! یہاں جو ہمارے دوست آئے ہوئے ہیں، اور جو کاروبار شروع کررہے ہیں اُس میں خوب نفع، برکت اور ترقی عطا فرمایئے، یااللہ آپ نے ایمان عطا فرمایا ہے، اس ایمانِ حاصل پر ہم شکرادا کرتے ہیں، اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ وَلَکَ الشُّکْرُ، یااللہ ہم اس ایمان پر شکرادا کررہے ہیں، یااللہ ہمارے شکر کو قبول فرمالیجیے اور اس ایمانِ حاصل کو ایمانِ کامل بنادیجیے، اور اسی ایمانِ کامل کے ساتھ حسنِ خاتمہ نصیب فرمادیجیے اور دنیا سے اُٹھالیجیے۔

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ. رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا. اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْم وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْم . وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِیْنْ. بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ .

بسلسلہ : اصلاحُ العلماء والمدارس

مفتی محمد رضوان

مداہنت اور حق سے سکوت، فتنوں کا سبب (دوسری وآخری قسط)

مداہنت سے کس قسم کے فتنے مسلَّط ہوتے ہیں؟

پیچھے ذکر شدہ احادیث اوران کی تشریح سے معلوم ہوا کہ جب اس امت کے نیکو کار، صلحاء وعلماء مداہنت وچشم پوشی شروع کردیں گے، باوجودیکہ وہ اَمر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر کسی نہ کسی درجے میں قادر ہوں گے، اوراس وقت حکومت اور رفقہ کمتر اور گھٹیا لوگوں میں منتقل ہوجائے گا۔

اور بعض احادیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت صلحاء کی دُعائیں بھی قبول نہیں کی جائیں گی۔

چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَتَأْمُرَنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ اَوْ لَيُسَلِّطَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ شِرَارَكُمْ ثُمَّ يَدْعُوْا خِيَارُكُمْ فَلاَ يُسْتَجَابُ لَكُمْ (معجم طبرانی کبیر جلد۱۹، صفحہ ۱۶۱، حدیث نمبر ۳۹۷، ومعجم اوسط طبرانی جلد۳ صفحہ ۳۹۴، حدیث نمبر ۱۴۳۳)

ترجمہ: ''تم ضرور بالضرور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو، وگرنہ اللہ تعالیٰ تم پر بدترین لوگوں کو مسلط فرمادیں گے، پھر تمہارے نیک صالح لوگ دعا کریں گے مگر تمہارے حق میں ان کی دعا بھی قبول نہیں کی جائے گی'' (ترجمہ مکمل)

اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ اَمر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے چھوڑنے (اور مداہنت وحق سے سکوت وخاموشی سے) ایک تو بدترین اور شریر لوگوں کا غلبہ اور تسلُّط ہوتا ہے، دوسرے نیک لوگوں کی دعاؤں کے قبول ہونے میں بھی رُکاوٹ پیدا ہوتی ہے۔

اور بغیۃ الحارث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد مروی ہے:

لَتَأْمُرَنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ اَوْ لَيُسَلِّطَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ شِرَارَكُمْ ثُمَّ يَدْعُوْا خِيَارُكُمْ فَلاَ يُسْتَجَابُ لَهُمْ (بغية الحارث، جلد ۱ صفحه ۲۴۲)

ترجمہ: ''تم ضرور بالضرور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو، ورنہ اللہ تعالیٰ تم پر تمہارے بدترین لوگوں کو مسلط فرمادیں گے، پھر تمہارے نیک لوگ دعا کریں گے مگر ان کی

دعا قبول نہیں کی جائے گی“ (ترجمہ مکمل)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد کا مطلب بھی وہی ہے جو اوپر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں گزرا۔ اور مصنف ابنِ ابی شیبۃ میں حضرت خلیفہ بن سعد سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں:

رَأَیۡتُ عُثۡمَانَ فِیۡ بَعۡضِ طُرُقِ الۡمَدِیۡنَۃِ وَھُوَ یَقُوۡلُ مُرُوۡا بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَانۡھَوۡا عَنِ الۡمُنۡکَرِ قَبۡلَ اَنۡ یُّسَلَّطَ عَلَیۡکُمۡ شِرَارُکُمۡ فَیَدۡعُوۡا عَلَیۡھِمۡ خِیَارُکُمۡ فَلاَ یُسۡتَجَابُ لَھُمۡ الخ (مصنف ابنِ ابی شیبۃ، حدیث نمبر ۹۲)

ترجمہ: ”میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مدینہ کے بعض راستوں میں دیکھا کہ وہ فرمارہے تھے کہ تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو، اس سے پہلے کہ تم پر تمہارے بدترین لوگ مسلّط کیے جائیں، پھر تمہارے نیک صالح لوگ ان کے لیے بددعائیں کریں تو ان کی وہ بددعائیں بھی قبول نہ کی جائیں“ (ترجمہ مکمل)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کا یہ ارشاد بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ارشاد کی طرح حضور ﷺ کی حدیث کے عین مطابق ہے۔

اور اس طرح حدیثِ رسول اور دو خلفائے راشدین کے ارشادات سے مشترک طور پر معلوم ہوا کہ اَمر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے چھوڑنے اور مداہنت وحق سے سکوت اختیار کرنے سے شریر و بدترین لوگ غلبہ حاصل کر لیتے ہیں، اور نیک لوگوں کی دعائیں قبول ہونا بند ہو جاتی ہیں۔

اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَتَأۡمُرُنَّ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَلَتَنۡھَوُنَّ عَنِ الۡمُنۡکَرِ وَ لَتَحَاضُّنَّ عَلَی الۡخَیۡرِ اَوۡ لَیُسۡحِتَنَّکُمُ اللّٰہُ جَمِیۡعًا بِعَذَابٍ اَوۡ لَیُؤَمَرَنَّ عَلَیۡکُمۡ شِرَارُکُمۡ ثُمَّ یَدۡعُوۡا خِیَارُکُمۡ فَلاَ یُسۡتَجَابُ لَکُمۡ (مسند احمد، حدیث نمبر ۲۲۲۲۳، واللفظ لہٗ، مصنف ابنِ ابی شیبۃ، حدیث نمبر ۱۱۳)

ترجمہ: ”تم ضرور بالضرور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو، اور نیکیوں پر لوگوں کو اُبھارتے رہو، ورنہ اللہ تعالیٰ تم سب پر عذاب مسلط فرمادیں گے، یا پھر تمہارے بدترین لوگوں کو تم پر مامور (یعنی غالب) فرمادیں گے، پھر تمہارے نیک لوگ دعا کریں گے مگر تمہارے حق میں ان کی دعا قبول نہیں کی جائے گی“ (ترجمہ مکمل)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر چھوڑنے (اور مداہنت وحق سے سکوت) سے اللہ تعالیٰ کا عذاب مسلط ہوتا ہے، اور شریر و بدترین لوگوں کا غلبہ وتسلط ہوتا ہے، نیز امر بالمعروف اور نہی عن المنکر چھوڑنے والے لوگوں کے حق میں نیک لوگوں کی دعائیں بھی قبول نہیں کی جاتیں۔

ان احادیث وآثار کو سامنے رکھ کر اب ہم آج اپنے معاشرہ کا جائزہ لیں تو معلوم ہوتا ہے کہ صلحاء وعلماء کی طرف سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ذمہ داری جس درجہ میں عائد ہے، اس کا پورا حق ادا نہیں ہورہا، کُھلے عام منکَرات ہورہے ہیں، مگر سب پر ایک سکتہ وسناٹا طاری ہے، اس کا ہی نتیجہ یہ ہے کہ آج جو کوئی اللہ کا بندہ ان منکَرات پر لَب کشائی کرتا ہے تو عوام تو درکنار علماء وصلحاء بھی اس پر متشدد اور متفرد اور نہ جانے کیا کیا الزامات عائد کرتے ہیں اور اس کو حیرت وتعجب بلکہ توحّش کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

آج ہمارے معاشرے پر شریر اور بدترین لوگ مسلّط ہیں، اور صلحاء کے دعائیں کرنے کے باوجود ان سے نجات حاصل نہیں ہورہی۔

علم کے مینار

مولانا محمد امجد حسین

مسلمانوں کے علمی کارناموں و کاوشوں پر مشتمل سلسلہ

سرگذشت عہدِ گُل (قسط۵)

(سوانح حضرتِ اقدس مفتی محمد رضوان صاحب دامت برکاتہم)

مضمون کا درج ذیل حصہ مفتی صاحب موصوف کا خود نوشتہ ہے

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ کا حجرہ

مدرسہ امداد العلوم میں واقع مسجد کے شمال میں ایک سہ دری ہے اس سہ دری کی مغرب کی آخری حد میں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ کی نسبت سے ایک چھوٹا سا حجرہ ہے، جس کا دروازہ قدیم طرز کا تھا، یہ دروازہ اونچائی میں اتنا کم تھا کہ گزرنے والے کو قدرے جھک کر اندر آمد و رفت کرنی پڑتی تھی اور یہ دو پلّوں والا چھوٹا سا دروازہ تھا، جس کے باہر اوپری جانب زنجیر دار کنڈی بھی نصب تھی، اس حجرہ کے اندر شمالاً ایک بغیر دروازے کی چند خانوں کی الماری تھی، جس میں اوپر نیچے قرآن مجید اور کتابیں وغیرہ رکھنے کے لئے تختے لگے ہوئے تھے، تختے کے نیچے جھانک کر دیکھنے سے معلوم ہوتا تھا کہ نیچے ایک اور بوسیدہ آگ سے جلا ہوا تختہ نصب ہے جس کے اوپر دوسرا تختہ بعد میں لگایا گیا ہے۔

کسی ذریعہ سے معلوم ہوا کہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ کے پیچھے جس زمانے میں انگریز حکومت کے کارندے گرفتاری کے لئے آئے اور پختہ مخبری کے مطابق اس وقت حاجی صاحب رحمہ اللہ خانقاہ میں ہی موجود تھے، مگر اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی اور خاص طریقہ پر جھوٹ کی نوبت آئے بغیر حضرت والا وہاں سے نکلنے میں کامیاب ہوئے تو حکومت کے کارندوں نے کسی خاص سوچ کے تحت اس حجرہ میں آگ لگادی تھی، اور یہ ان جلے ہوئے تختوں پر اسی آگ کے اثرات تھے۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

اس حجرہ میں ایک قدیم زمانے کا بوسیدہ مصلیٰ بھی بچھا رہتا تھا، جس پر بعد میں اوپر سے دوسرا کپڑا چڑھا کر اندر کے حصہ کو محفوظ کیا گیا تھا، اس کے بارے میں شنید تھی کہ یہ مصلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمہ اللہ وغیرہ کے زمانے کا ہے۔ واللہ اعلم۔

بہرحال جو کچھ بھی ہو، اس بابرکت حجرہ اور مصلّی پر سنن و نوافل پڑھنے کی بحمد اللہ تعالیٰ توفیق حاصل ہوتی

Idara Ghufran

تھی۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں۔

حضرت حافظ ضامن شہید رحمہ اللہ کا حجرہ

خانقاہ کی اسی سہ دری میں حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ کے مذکورہ حجرہ سے چند قدم پر مشرق کی سمت پیچھے ہٹ کر شمال کی طرف ایک اور حجرہ واقع تھا، دونوں حجروں کے درمیان میں پرانے زمانے کی ایک گھڑی گھنٹہ والی نصب تھی جس کے مختصر سے دروازہ پر تالہ نصب رہتا تھا، جس کا وقت دھوپ گھڑی کے مطابق چلا کرتا تھا (دھوپ گھڑی خانقاہ کی دوسری منزل پر نصب تھی) اور سورج کی رفتار کے حساب سے روزانہ یا جب بھی وقت تبدیل ہو رہا ہوتا تھا اس گھڑی کے وقت کو تبدیل کرنا ہوتا تھا، اور اس گھڑی کے مطابق عین زوال کے وقت دوپہر کے بارہ بجے کا وقت ہوتا تھا۔ اسی گھڑی کے وقت کو دیکھ کر نماز کھڑی ہوتی تھی اور متعلقہ حضرات اپنی گھڑی کو اسی گھڑی کے ساتھ ملا کر رکھا کرتے تھے۔

اس گھنٹہ کے ساتھ یہ حجرہ حضرت ضامن شہید صاحب رحمہ اللہ کی نسبت سے قائم تھا اور اس حجرہ کا دروازہ بھی تقریباً حاجی صاحب رحمہ اللہ کے حجرہ کے دروازہ کے مساوی تھا، یہ حجرہ قبلہ کی طرف کچھ لمبائی میں واقع تھا، اور حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کے حجرہ مبارکہ کے مقابلہ میں اس حجرہ میں کچھ غیر معمولی اندھیرا رہتا تھا، اور غالباً اندھیرا کم کرنے کے لئے سہ دری کی طرف اس کا ایک چھوٹا سا روشن دان بھی زمین سے کچھ فاصلہ پر رکھا گیا تھا۔ اس حجرہ کی پچھلی سمت میں ایک نیم چھتی بنی ہوئی تھی، جس کے اوپر کچھ صفیں، دریاں اور ہاتھ سے کھینچنے والے پنکھے کا سردیوں میں سامان محفوظ رکھا رہتا تھا۔ اس حجرہ میں خاص بناوٹ اور اندھیرے پن کی وجہ سے اس سے بچپن میں کچھ وحشت محسوس ہوتی تھی، اس لئے زیادہ کوشش تو حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کے حجرہ میں ہی نوافل وغیرہ پڑھنے کی ہوتی تھی، لیکن اگر کوئی دوسرا اس میں عبادت میں مصروف ہوتا تو پھر اسی حجرہ میں جا کر نماز پڑھ لی جاتی تھی۔

بچپن کے باعث ان مقامات کی برکات کا کچھ زیادہ شعور تو نہ تھا کہ اس کی وجہ سے اہتمام کیا جاتا ہو، لیکن بایں ہمہ ان دونوں حجروں میں اتنی کشش محسوس ہوتی تھی کہ ظہر، مغرب اور عشاء کی جماعت سے فراغت کے بعد قدم خود بخود فوراً ہی ادھر اٹھنے لگتے تھے ع قدم یہ خود اُٹھتے نہیں، اٹھائے جاتے ہیں

نہ معلوم ان اکابر بزرگوں کی حیاتِ طیبہ میں ان حجروں کے کیا انوار و برکات ہوں گے جو ایک طویل عرصہ گزر جانے کے باوجود غیر اختیاری طور پر ایک کم سمجھ بچہ بھی محسوس کر لیا کرتا تھا۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی نشست گاہ

حضرت حافظ ضامن صاحب شہید رحمہ اللہ کے حجرہ کے دروازے اور اس کے روشن دان (جس کا ذکر پیچھے ہوا) کے درمیان میں حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کی نشست گاہ کی تختی نصب تھی۔ متعدد مرتبہ یہاں بھی نماز پڑھنے کی اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے توفیق ہوئی، لیکن اس مقام پر کھڑے ہونے اور بیٹھنے میں ایک خاص قسم کی رعب والی کیفیت سی محسوس ہوتی تھی۔

شاید اس جگہ پر حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کے جلال اور رشد وہدایت کی حرارت وعظمت کا اثر ہو۔ واللہ اعلم

محلّہ محلاّت اور اس کی وجہ تسمیہ

مدرسہ امداد العلوم اور خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، قصبہ کے جس محلّہ میں واقع ہے اس محلّہ کا نام ''محلاّت'' ہے۔

اس محلّہ کا نام ''محلاّت'' کیوں پڑا؟ اس کے بارے میں مختلف لوگوں سے یہ روایت سنی ہے کہ اس محلّہ میں پرانے طرز کے کئی محل واقع تھے، جو کہ مسلمانوں کی قدیم روایات کے شاہکار تھے، اور ان محلوں کے دونوں اطراف میں بہت اونچی برجیں بھی مخصوص انداز سے بنی ہوئی تھیں، ان میں سے ایک محل ہمارے دادا مرحوم کی رہائش گاہ تھا، جس کے مرکزی دروازہ سمیت اگلے حصہ کی باقیات شنید ہے کہ اب بھی موجود ہیں، دوسرا محل ''شمشام والا'' کہلاتا تھا، اس کی بھی کچھ باقیات کے بارے میں شنید ہے کہ موجود ہیں، ایک محل کسی زمانے میں ''عتیق انجن والوں'' کے نام سے مشہور تھا، مگر وہ محل پہلے ہی ٹوٹ پھوٹ گئے تھے۔

''شمشام کے محل'' کے نام کے بارے میں پرانے لوگوں سے یہ روایت سُنی ہے کہ اس میں پہلے شمشام نام کا ایک جن رہا کرتا تھا، اور ایک بوڑھی عورت اس محل میں اکیلی رہائش پذیر تھی، جس کا کام کاج یہ شمشام نامی جن انجام دیا کرتا تھا، جس کی شکل یہ ہوتی تھی کہ اس بوڑھی عورت کو جب کسی کام کاج کی ضرورت پیش آتی تھی تو وہ محل کے داخلی دروازے کے قریب کھڑی ہوکر دروازہ میں کہہ دیا کرتی تھی کہ شمشام فلاں کام کردو، اور برتن کپڑا وغیرہ پیسوں سمیت وہاں رکھ چھوڑتی تھی، تھوڑی دیر بعد شمشام وہ چیز لاکر دروازہ کے اندر رکھ دیا کرتا تھا۔ اگر برتن میں پانی منگانا ہوتا تو گھڑا وغیرہ دروازے میں رکھ کر وہ بوڑھی عورت شمشام کو پانی کا کہہ دیا کرتی تھی، وہ باہر کنویں وغیرہ سے پانی بھر کر لادیا کرتا تھا۔

ممکن ہے کہ شمشام کام کرنے کے لئے کسی انسان کا روپ دھار کر پہنچ جاتا ہو اور اس طرح کام کردیا کرتا ہو۔ بہرحال یہ محل شمشام والا کہلاتا تھا اور بعض لوگوں کے بقول اس کا نام اس جن کی نسبت سے شمشام کا

محل پڑ گیا تھا۔ واللہ اعلم۔

حضرت حکیم الامت اور حافظ ضامن شہید رحمہما اللہ کے مزار پر حاضری

مدرسہ امداد العلوم کے مغربی سمت سے گزر کر بیریوں کے باغ میں راستہ ہی کے دائیں طرف حضرت حافظ ضامن صاحب شہید رحمہ اللہ کا مزار واقع تھا، جس کا ایک مختصر سی دیوار نے بغیر چھت کے احاطہ کر رکھا تھا، اور لوہے کے سریوں سے بنا ہوا ایک نیم قد آدم کے برابر دروازہ بھی نصب تھا، جس میں تالہ کے بغیر کنڈی لگی رہتی تھی، اور مزار پر حاضری دینے والا خود کنڈی کھول کر اندر داخل ہو جاتا تھا اور واپس آتے وقت کنڈی لگا دیا کرتا تھا، یہ قبر بالکل کچی مٹی سے بنی ہوئی تھی اور کوئی چونا، گچ اور پختہ فرش وغیرہ کے آثار نہیں تھے، اس قبر پر حاضری دینے والے کو ایک خاص سکون و سرور محسوس ہوتا تھا۔ اور اگر بیریوں کا موسم ہوتا تو قبر کے اطراف و جوانب میں ہوا وغیرہ سے ٹوٹ کر بیر بھی پڑے رہتے تھے۔ جن کو بعض بچے اٹھا کر کھالیا کرتے تھے، اور اتنی چھوٹی موٹی چیز کی مالک کی طرف سے عموماً ممانعت بھی نہیں ہوتی تھی۔

اس مزار سے مغرب کی طرف کچھ فاصلے پر راستہ کے بائیں طرف ''تکیہ'' کے نام سے موسوم ایک قبرستان شروع ہو جاتا تھا، یہ وسیع وعریض مربع جگہ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کی طرف سے مدرسہ امداد العلوم پر وقف ہونے کے ساتھ ساتھ حضرت کے متعلقین واحباب کے لیے تدفین گاہ بھی ہے۔ اس تکیہ کے اندرونی احاطہ میں اس زمانے میں کچھ آم کے درخت، کچھ پتھر بیل کے درخت اور کینت نامی پھل دار درخت تھے اور داخلی دروازے سے چند قدم کے فاصلہ پر کچھ مغرب کی سمت میں ایک بہت پرانا اور گھنا جامن کا درخت تھا۔ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کے مزار کے قریب، کچھ درخت امرود کے اور ایک دو درخت شریفے اور لیموں کے تھے، اور حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کی قبر کے ساتھ سُرخ رنگ کے بہت خوبصورت گڑھل کے پھولوں کے چند درخت تھے۔

اور تکیہ نامی اس قبرستان کے احاطہ کے باڑ کا کام بانس کے درخت کیا کرتے تھے۔

اس زمانے میں مدرسہ میں ابتدائی طلبہ کو لکھنے کی مشق لکڑی کی تختی پر قلم سے کرائی جاتی تھی، عام طور پر قلم کے لئے لکڑی یہاں کے بانسوں اور سرکنڈوں کی شاخوں سے کاٹ کر لے لیا کرتے تھے۔

موسم میں اس احاطہ میں واقع جامن کے درخت پر بہت کثرت سے جامن بھی لگا کرتے تھے، جو کہ بہت بڑے اور گہرے رنگ کے ہوا کرتے تھے، اور ذائقہ میں تو انتہا تھی، پتھر بیل، آم اور کینت وغیرہ کے پھل

تو عام طور پر درخت پر لگے ہونے کی حالت میں فروخت کر دیئے جاتے تھے لیکن جامن کا پھل عام طور پر فروخت نہیں کیا جاتا تھا، اسلئے جامن کے درخت کے پھل سے مسافر اور رہ گزر مستفید ہوتے رہتے تھے۔

تکیہ کے اس احاطہ میں ایک حجرہ بھی چھوٹی اینٹوں سے بنا ہوا تھا، جس میں تکیہ (وقبرستان) کے کام آنے والی ضروری اشیاء (مثلاً قبر کھودنے کا سامان وغیرہ) محفوظ ہوتی تھیں اور باغ کے خریدار یا تکیہ کے محافظ بھی بوقتِ ضرورت شاید اس میں قیام کر لیا کرتے ہوں گے۔ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کے مزار کے ساتھ سرہانے کی طرف ہاتھ سے پانی کھینچنے والا ایک نلکا (ہینڈ پمپ) لگا ہوا تھا، جس کے پانی سے مسافر اور زائرین مستفید ہوتے تھے، اس نل کا پانی بھی غیر معمولی ذائقہ دار تھا۔ اور حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کی قبر سے مغربی سمت میں ایک چھوٹا سا چبوترہ اینٹوں سے بنا ہوا تھا، جو عام طور پر جنازہ پڑھنے کے کام آتا تھا۔

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کی قبر مبارک بالکل سادہ تھی اور نام وغیرہ کی تختی تک بھی اس زمانے میں نصب نہ تھی، صرف ایک سادہ قدرتی پتھر سرہانے لگا ہوا تھا اور قبر سمیت دائیں بائیں کی جگہ بھی بالکل کچی تھی، البتہ جھاڑو دیتے رہنے اور صفائی کی وجہ سے وہ جگہ بالکل صاف اور نمایاں نظر آتی تھی، گھاس وغیرہ نہیں ہوتا تھا، قبر کی مغربی طرف کبھی کبھی ایک چھوٹی سی صف بیٹھنے کی ضرورت کے لئے بچھی رہتی تھی۔

لیکن ان سب باتوں کے باوجود یہاں قبر پر جو انوار و برکات کا نزول تھا وہ کہنے اور سننے سے زیادہ محسوس کرنے سے تعلق رکھتا ہے۔

اور اس قبرستان کے داخلی راستہ پر باقاعدہ کوئی دروازہ نہیں تھا، دونوں اطراف میں دو تین ہاتھ کی لمبائی میں دو ستون کھڑے کر کے ان کے درمیان میں زمین کے قریب دو ڈنڈے لگے ہوئے تھے تاکہ کوئی جانور، کتا وغیرہ اندر داخل نہ ہو سکے، اس سے اندر داخل ہونے والا شخص چلتے چلتے تھوڑا سا قدم اونچا اٹھا کر اندر داخل ہو جاتا تھا۔

مگر اس کے باوجود یہ قبرستان آج کل ہمارے یہاں کے مروجہ قبرستانوں میں رائج شُدہ ہر قسم کی گندگی، اور بدعات وخرافات اور خواتین کی آمد و رفت سے بالکل محفوظ و مامون تھا۔

شیخ محمد محدث تھانوی رحمہ اللہ کا مزار

تکیہ نام کے اس معروف قبرستان کی مغربی سمت میں تھوڑا سا شمالاً ایک راستہ گزرتا تھا جو قصبہ کی اندرونی آبادی سے آکر ریلوے لائن سے گزرتا ہوا مغرب کی سمت میں واقع مختلف دیہاتوں اور گاؤں میں پہنچ

Idara Ghufran

جاتا تھا اس راستہ کے دوسرے پار لبِ سڑک ایک چھوٹی سی چہار دیواری کے احاطہ میں شیخ محمد محدث تھانوی رحمہ اللہ کا مزار واقع تھا، اور یہ مزار کچھ اس انداز سے بنا ہوا تھا کہ گزرنے والوں کو واضح طور پر محسوس نہیں ہوتا تھا، اور قصبہ کے مکینوں میں اس کی کچھ شہرت بھی نہیں تھی، شاید اس کی شہرت نہ ہونے میں اللہ تعالیٰ کی کوئی حکمت ہو، اس مزار پر کسی قسم کا کوئی دروازہ نصب نہیں تھا، بس چہار دیواری میں ہی ایک جگہ اندر داخل ہونے کا راستہ تھا، مگر اس مزار پر جانے کے لئے کوئی واضح راستہ نہیں تھا، کوئی بنجر سی زمین تھی، اور ساتھ ہی پتھر وغیرہ بھی عجیب وغریب قسم کے زمین میں دھنسے ہوئے پڑے رہتے تھے، اور کسی شکستہ اور بوسیدہ مسجد یا عمارت کے کچھ آثار بھی ڈھنڈیار، کھنڈرات کی شکل میں نظر آتے تھے۔

شنید تھی کہ یہ کسی زمانے میں قصبہ کی عیدگاہ تھی۔ واللہ اعلم۔

بہر حال اس مزار کے اطراف کا کچھ علاقہ وحشت ناک اور بنجر سا محسوس ہوتا تھا اور اسی وجہ سے اس مزار پر بہت کم لوگوں کو حاضری کا موقع ملتا تھا۔

ریلوے اسٹیشن

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کے مزار سے کچھ ہی فاصلہ پر مغربی جنوبی سمت میں ریلوے اسٹیشن واقع تھا، اور یہ اسٹیشن اس مسافر خانہ کے قریب ہی واقع تھا، جو حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ نے اپنے دَور میں پرانے ریلوے نظام کے زمانے میں تعمیر کرایا تھا، جو غیر آباد شکل میں اس وقت محفوظ تھا، یہ مسافر خانہ پرانے زمانے کی چھوٹی اینٹوں سے تعمیر شدہ تھا اور مسافر خانہ کے اندر چاروں اطراف میں دیوار کے ساتھ ساتھ بیٹھنے کے لئے سفیل (شیڈ نما نشست گاہ) بنی ہوئی تھی اور دروازہ کے باہر کچھ جگہ بھی تھی جس میں آم کے درخت لگے ہوئے تھے۔

یہ مسافر خانہ وقف کی شکل میں موجود تھا۔

پرانے زمانے میں چھوٹی ریل چلا کرتی تھی جس کی پٹری بھی چھوٹی ہوتی تھی، اور سنا گیا ہے کہ اس زمانہ کی ریل کی رفتار زیادہ تیز نہیں ہوتی تھی، اس کے چلتے ہوئے ہونے کی حالت میں تھوڑے اہتمام اور توجہ سے مسافر چڑھ اور اتر جایا کرتے تھے بعد میں بڑی ریلیں وٹرینیں چل گئیں اور ان کی شان کے مناسب ریلوے لائن بھی وسیع اور چوڑی کی گئی۔

قصبہ کا یہ ریلوے اسٹیشن اس وقت اتنا آباد نہیں تھا اور اسٹیشن پر ٹکٹ دینے والا ذمہ دار بھی ریل آنے کے

وقت کھڑکی کھول کرٹکٹ جاری کیا کرتا تھا۔

عیدگاہ اور بائے کا کنواں

ریلوے اسٹیشن سے جنوبی سمت میں کچھ فاصلہ پر قصبہ کی عیدگاہ قائم تھی، جس میں صرف عیدین کی نمازیں ہوتی تھیں، اور مختصرسی محراب، اور ایک وسیع چبوترہ بغیر چھت وغیرہ کے بنا ہوا تھا، جس کے درمیان میں تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر آم کے درخت لگے ہوئے تھے۔

عیدگاہ کے ساتھ سے جاری سڑک کے دوسری طرف بالکل ساتھ ہی ایک وسیع پرانے زمانے کا کنواں بھی بنا ہوا تھا جس کو بائے کا کنواں کہا جاتا تھا اس کنویں میں اگرچہ پانی موجود تھا مگر وہ میلا کچیلا اور گندا ہوتا تھا، اوراس کنویں کے دواطراف میں پانی کی سطح سے کچھ ہی اوپر مگر کنویں کی اوپری سطح سے تقریباً سات آٹھ ہاتھ نیچے دوعدد کمرے بنے ہوئے تھے، جو پہلے زمانے میں ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے بنائے جاتے تھے، اس صورتِ حال میں ہوا پانی سے گزرکراور ٹھنڈی ہوکر پہنچتی تھی۔

اس کنویں کا نام ''بائے کا کنواں'' کیوں پڑا؟ اس کی وجہ معلوم نہ ہوسکی۔

اس کنویں کی مشرقی جانب ایک سرنگ بھی بنی ہوئی نظر آتی تھی، جس کے بارے میں شنید تھی کہ یہ کہیں دُور تک جاتی ہے، مگراس وقت پرانی ہونے اوراستعمال نہ ہونے کی وجہ سے مٹی سے اَٹ کر بند ہوگئی تھی۔ واللہ اعلم۔

اس عیدگاہ میں ایک مرتبہ عید کی نماز سے پہلے بندہ کو بھی ایک بڑے مجمع میں وعظ کہنے کا اتفاق ہوا، اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں۔

قصبہ کے یہ چند مقامات بطور یادگار ذہن میں بسے ہوئے تھے، اس لیے ان کا ذکر آ گیا، ورنہ واقعہ یہ ہے کہ یہ قصبہ ایک تاریخی قصبہ ہے، اوراس قصبے سے تاریخ کے بہت پُرانے اوراہم واقعات وابستہ ہیں، اور بہت مقدس بزرگ ہستیاں اس قصبہ میں سکونت اختیار کرچکی اور گزرچکی ہیں۔

پُرانے اورقدیم زمانے میں قاضی محمد اعلیٰ رحمہ اللہ جیسی شخصیت اوران کے بعد حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی، حضرت شیخ محمد محدث تھانوی، حضرت حافظ ضامن شہید رحمہم اللہ اوران کے بعد حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ جیسے بزرگوں کے نام تو سب کو ہی معلوم ہیں۔

(جاری ہے..........)

تذکرۂ اولیاء امتیاز احمد

اولیاءِ کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

چند نیک بیبیوں کی نصیحتیں اور ان کے حالات

عورتوں کے لئے سب سے بہتر چیز

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک دفعہ اپنی مجلس میں فرمایا **اَیُّ شیئی خیرٌ لِلمَرأَۃِ** عورت کے لئے کونسی چیز بہتر ہے؟ کسی نے جواب نہ دیا۔ سب کے سب خاموش رہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس مجلس میں خود میں بھی موجود تھا، مجھ سے بھی کوئی جواب نہ بن پڑا، جب گھر آیا تو میں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا، کہ عورتوں کے لئے کونسی چیز بہتر ہے'' حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے برجستہ جواب دیا ''**لا یراھن الرجال**'' سب سے بہتر یہ ہے کہ مردوں کی نگاہ سے عورتیں محفوظ رہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ اس جواب سے اس قدر خوش ہوئے کہ جا کر نبی کریم ﷺ نے اس جواب کا تذکرہ کیا۔ چنانچہ آپ ﷺ بھی خوش ہوئے۔ اور فرمایا ''فاطمہ میرا ایک ٹکڑا ہے''

ماں نے بیٹی کو رخصت کرتے وقت کہا

عرب کی ایک مشہور عالمہ ادیبہ نے اپنی بیٹی کو رخصت کرتے وقت کہا!

پیاری بیٹی! (۱)......خاوند کے گھر جا کر قناعت والی زندگی گزارنے کا اہتمام کرنا، جو دال روٹی ملے اس پر راضی رہنا، جو کچھ شوہر کی خوشی کے ساتھ مل جائے وہ مرغ پلاؤ سے بہتر ہے جو تمہارے اصرار پر خاوند نے ناراضگی سے دیا ہو۔

(۲)......خاوند کی بات کو ہمیشہ توجہ سے سننا اور اس کو اہمیت اور اوّلیت دینا۔ ہر بات میں اس کی بات پر عمل کرنے کی کوشش کرنا، اس طرح تم اس کے دل میں جگہ بنالوگی، کیونکہ اصل آدمی نہیں آدمی کا کام پیارا ہوتا ہے

(۳)......اپنی زینت و جمال کا ایسا خیال رکھنا کہ جب وہ تمہیں نگاہ بھر کر دیکھے تو اپنے انتخاب پر خوش ہو۔ یاد رکھو کہ تمہارے لباس وجسم کی بُو یا ہیئت اسے کراہت ونفرت نہ دلائے۔

(۴)......خاوند کی نگاہ میں بھلی معلوم ہونے کے لئے اپنی آنکھوں کو سُرمہ سے حُسن دینا۔ کیونکہ پرکشش

Idara Ghufran

آنکھیں پورے وجود کو دیکھنے والے کی نگاہوں میں جچا دیتی ہیں۔غسل اور وضو کا اہتمام کرنا۔ یہ سب سے اچھی خوشبو ہے اور صحت وخوبصورتی کا راز ہے۔

(۵)......خاوند کا کھانا وقت سے پہلے ہی اہتمام سے تیار رکھنا، کیونکہ دیر تک برداشت کی جانے والی بھوک بھڑکتے شعلوں کی مانند ہوتی ہے۔

(۶)......خاوند کے آرام کرنے اور نیند پوری کرنیکے اوقات میں سکون کا ماحول بنانا، کیونکہ نیند ادھوری رہ جائے تو طبیعت میں غصہ اور چڑ چڑا پن پیدا ہو جاتا ہے۔

(۷)......خاوند کی اجازت کے بغیر گھر میں کوئی نہ آئے۔

(۸)......خاوند کا مال لغویات، یا فضول نمائش اور فیشن میں برباد نہ کرنا مال کی بہتر نگہداشت حُسنِ انتظام سے ہوتی ہے۔

(۹)......خاوند کی نافرمانی نہ کرنا بلکہ اس کی رازدار رہنا کیونکہ نافرمانی جلتی پر تیل کا کام کرے گی، اگر تم اوروں سے خاوند کا راز چھپا کر نہ رکھ سکی تو اس کا اعتماد تم پر سے ہٹ جائے گا اور پھر تم اس کے دوُرخے پن سے محفوظ نہ رہ سکو گی۔

(۱۰)......خاوند اگر کسی وجہ سے غمگین ہو تو اپنی کسی خوشی کا اظہار نہ کرنا بلکہ اس کے غم میں برابر کی شریک رہنا، ورنہ تم اس کے قلب کو مکدر کرنے والی شمار ہو گی۔

(۱۱)......خاوند کی نگاہ میں اگر تم قابلِ تکریم بننا چاہتی ہو تو اس کی عزت واحترام کا خوب خیال رکھنا اور اس کی مرضیات کے مطابق چلنا۔اس طرح تم اس کو بھی ہمیشہ اپنی زندگی کے ہر مرحلے میں بہترین رفیق پاؤ گی۔

(۱۲)...... جب تک تم خاوند کی خوشی اور مرضی کی خاطر اپنا دل نہیں مارو گی اور اس کی بات اوپر رکھنے کے لئے خواہ تمہیں پسند ہو یا ناپسند، زندگی کے کئی مرحلوں میں اپنے دل میں اٹھنے والی خواہشوں کو دفن نہیں کرو گی، اس وقت تک تمہاری زندگی میں کبھی خوشیوں کے پھول نہیں کھلیں گے۔

ان نصیحتوں کے ساتھ میں تمہیں اللہ کے حوالے کرتی ہوں، اللہ تعالیٰ زندگی کے تمام مرحلوں میں تمہارے لئے خیر مقدر فرمائے اور ہر برائی سے تم کو بچائے (آمین)

ایک صالحہ بی بی

ایک صالحہ خاتون کا قصہ ہے جب ان کا نکاح ہوا، رخصت ہو کر سسرال گئیں تو سب عورتوں کو السلام علیکم کہا، پھر مصافحہ کیا، سب کو حیرت ہوگئی، کیونکہ ان سنتوں پر عمل ایسے وقت میں شاذ و نادر ہی ہوتا ہوگا۔ پھر

اس کے بعد جب چائے آئی، پھر کھانا آیا تو نہ چائے پی نہ کھانا کھایا، سبب پوچھا گیا تو کہا کہ میں اپنے شوہر سے کچھ بات کروں گی پھر کھانا کھاؤں گی۔ جب ملاقات ہوئی تو کہا کہ مجھے باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ آپ رشوت لیتے ہیں جب آپ توبہ کرلیں گے تو ہم کھانا کھائیں گے ورنہ ہم کھانا نہ کھائیں گے اپنی سوکھی روٹی ہم اپنے ساتھ لائے ہیں وہی کھالیں گے (مجالس ابرار)

جنّتی کھانا

تاتاریوں کے حملے میں ایک چھوٹی سی بستی کے تمام جوان مرد سارے کے سارے شہید ہوگئے اور اتنے سخت حادثہ میں نہ مستورات میں سے کسی نے نماز چھوڑی نہ کسی بوڑھے نے۔ اتنی شریعت کی پابندی۔ حالانکہ اس جیسے حادثے میں تو ہوش وحواس تک قائم نہیں رہتے۔

مغرب کے وقت ایک نوجوان بچی نے جس کی شادی ہوچکی تھی اور دو بچے بھی تھے مغرب کی نماز پڑھی اور سجدے میں دعاء مانگی، سجدہ کی حالت میں آنکھ لگ گئی اور میدان حشر کا منظر خواب میں دیکھتی ہیں کہ وہ سب شہداء جنت کی نعمتیں کھا رہے ہیں۔ اس کے خاوند کی نظر پڑ گئی اس نے اس کو بلایا اور کھانے میں سے کچھ دیا، اس بچی نے اس کو کھایا اس کے بعد اس کی آنکھ کھل گئی، آنکھ کھلنے کے بعد وہ پچاس سال زندہ رہی نہ اس کو کھانے کی ضرورت پڑی نہ پینے کی (البلاغ جون ۸۶ء)

میں دیوث ہوں

مولانا نواب صدیق حسن بھوپالی صاحب ایک عالمِ دین گزرے ہیں۔ ان کی شادی بھوپال کی بیوہ ملکہ عالیہ سے ہوئی جو پردہ نہیں کرتی تھی، ایک مرتبہ ملکہ عالیہ صاحبہ کی موجودگی میں کسی نے مولانا سے سوال کیا کہ دیوث کسے کہتے ہیں؟ تو انہوں نے کہ ''دیوث میں ہوں'' سائل کو حیران دیکھ کر آپ نے کہا کیا دیکھتے نہیں کہ میری بیوی بے پردہ ہے اس لئے میں دیوث ہوں، یہ سُن کر ملکہ صاحبہ گھر کے اندر چلی گئی اور اس دن سے اس نے پردہ شروع کردیا۔ اکبر الہ آبادی نے عورت کی بے پردگی کا رونا کچھ اس طرح رویا ہے۔

کل جو بے پردہ نظر آئیں چند بیبیاں — اکبر زمیں میں غیرتِ قومی سے گڑ گیا
پوچھا یہ ان سے، آپ کا پردہ وہ کیا ہوا — کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کی پڑ گیا

ایک دوسرے مقام پر اکبر کہتے ہیں

حسرت بہت ترقیِ دختر کی تھی انہیں — پردہ جو اٹھ گیا تو آخر نکل گئی

Idara Ghufran

نئی تہذیب کے دلدادہ بعض حضرات کو یہ بات بری لگتی ہے کہ اس ترقی یافتہ اور ماڈرن دور میں اپنی بہو، بیٹی کو شرعی پردہ میں دیکھیں۔اس کے برعکس وہ اپنی بیٹی کو پردہ نہ کرنے کا حکم دیتے ہیں۔اور یہ اس لئے کہ پردہ کو اپنی بیٹی کی ترقی کی راہ میں رکاوٹ سمجھتے ہیں پھر بیٹی جب باپ کے کہنے پر پردہ اور حیاء کی چادر اتار دیتی ہے تو پھر کسی بھیڑیئے کی نگاہوں کا شکار ہو جاتی ہے یا خود اس کا شکار کر لیتی ہے اور ماں باپ کی عزت وآبرو کو خاک میں ملا دیتی ہے اور کسی غیر مسلم یا مسلم کے ساتھ گھر سے نکل جاتی ہے۔بہن یا بیٹی کی اس حرکت کے بعد ماں باپ اور بھائی کی آنکھ کھلتی ہے تو پھر افسوس کرتے ہیں مگر اب جب سانپ ہی گزر گیا تو لکیر پیٹنے کا کیا فائدہ؟

ایک ماں کی نصیحت عہدِ نو کی بیٹی کے نام

ساتھ ہر گز نہ بے خبر کے چل — تو میری مان لے، سنور کے چل
تیرا ماحول کیا بگاڑے گا — اتنا ماحول سے نہ ڈر کے چل

میری بیٹی حجاب کر کے چل

پھول مہر و وفا کے کچھ چن لے — ہار صبر کے اب بُن لے
تجھ کو بننا ہے گر سعادت مند — اپنی ماں کی نصیحتیں سُن لے

میری بیٹی حجاب کر کے چل

پردہ کرنا تو تیری فطرت ہے — پردہ کرنے میں کتنی راحت ہے
ہو جا پابند تو بھی پردے کی — تیری عفت کی یہ ضمانت ہے

میری بیٹی حجاب کر کے چل

اب نہ نسوانیت سے توبہ کر — فحش وعریانیت سے توبہ کر
آہ! جو ہے شعار مغرب کا — ایسی حیوانیت سے توبہ کر

میری بیٹی حجاب کر کے چل

بے حجابی تو کفر کلچر ہے — تو کہ مشرق کی ایک دختر ہے
پردہ تیری اساس ہستی ہے — پردہ دراصل تیرا زیور ہے

میری بیٹی حجاب کر کے چل

(مثالی والدین)

پیارے بچّو!

حافظ محمد ناصر

ملک وملت کے مستقبل کی عمارت گری وتربیت سازی پر مشتمل سلسلہ

دین کا علم سیکھنے کے فائدے

پیارے بچو! ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دین کا علم سیکھنے والوں سے بہت محبت تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم طالبِ علموں کو دعائیں بھی دیتے تھے اور انہیں دین کا علم سیکھنے کے فائدے بھی بتاتے تھے اور یہ بھی بتاتے تھے کہ دین کا علم سیکھنے والے کو اللہ میاں دنیا میں بھی بہت سے انعام دیتے ہیں اور فوت ہونے کے بعد بھی بہت سے انعام دیں گے۔

پیارے بچو! کیا تمہیں معلوم ہے کہ دین کا علم سیکھنے سے کیا کیا فائدے ہوتے ہیں؟ لو سنو!

اللہ میاں نے ہمیں دنیا میں اس لیے پیدا کیا ہے تاکہ ہم اللہ میاں کی عبادت کریں اور اللہ میاں کو راضی کریں، اور ایسے کام نہ کریں جن سے اللہ میاں ناراض ہوتے ہوں۔

لیکن دین کا علم سیکھے بغیر اُن کاموں کا علم نہیں ہوسکتا جن کے کرنے سے اللہ میاں خوش ہوتے ہیں، اور نہ ہی اُن کاموں کا علم ہوسکتا ہے جن کے کرنے سے اللہ میاں ناراض ہوتے ہیں؛ کیونکہ دین کا علم ہی ہمیں یہ بتاتا ہے کہ کون سے کام اللہ میاں کی عبادت کے ہیں اور کون سے کام اللہ میاں کی نافرمانی کے ہیں۔

بچو! جب اچھی باتوں کا علم ہوگا تب ہی تو اچھی باتوں پر عمل ہوگا، ورنہ یہ کیسے معلوم ہوگا کہ کون سا کام اچھا ہے اور کون سا بُرا ہے؟ لہٰذا تمہیں بھی چاہیے کہ دین کا علم سیکھنے کا شوق پیدا کرو، تاکہ اللہ میاں تم سے راضی ہوں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی تم سے خوش ہوں۔

جیسے ایک مرتبہ کسی جگہ سے ایک صحابی نے آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میں علم حاصل کرنے کے لیے آیا ہوں، تو حضور ﷺ نے فرمایا!

> ''طالبِ علم کے لئے خوش آمدید، فرشتے طالبِ علم کو اپنے پَروں کے سائے میں لے کر ہر طرف سے گھیر لیتے ہیں پھر (اس کے قریب ہونے کے لئے) ایک پر ایک جمع ہوتے رہتے ہیں یہاں تک کہ علم کی محبت میں آسمانِ دنیا (یعنی جو آسمان ہم دیکھتے ہیں، وہاں) تک پہنچ جاتے ہیں'' [۱]

---

[۱] المعجم الکبیر للطبرانی، حدیث نمبر ۷۱۹۶.

بچو! تم نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم طالبِ علم سے مِل کر کتنا خوش ہوئے اور پھر یہ بھی بتایا کہ فرشتے دین کا علم حاصل کرنے والے طالبِ علم سے محبت کرتے ہیں، اور اُن سے خوش ہوتے ہیں، اور اُن کے ساتھ رہتے ہیں۔

اسی طرح ایک مرتبہ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو بتایا:

جو کوئی دین کا علم سیکھنے کے لیے کہیں گیا تو اللہ میاں اس کو جنت میں لے جائیں گے اور یقیناً طالبِ علم کو خوش کرنے کے لیے فرشتے اپنے بازو بچھا دیتے ہیں اور جو کوئی دین کا علم جانتا ہو تو اُس کے لیے آسمان میں موجود مخلوق اور زمین میں موجود مخلوق، اور پانی کے اندر رہنے والی مچھلیاں بھی اللہ تعالیٰ سے بخشش (اور کامیابی) کی دعا کرتی ہیں، اور دین کا علم جاننے والے کا درجہ اور مقام عبادت کرنے والے پر ایسا ہے جیسے چودھویں رات کے چاند کا درجہ دوسرے ستاروں سے زیادہ ہے [۱]

بچو! ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسی اچھی بات بتائی کہ دین کا علم سیکھنے والے سے اللہ میاں بھی خوش ہوتے ہیں اور فرشتے بھی، یہاں تک کہ آسمانوں اور زمینوں میں اور دریاؤں میں رہنے والی مچھلیاں بھی خوش ہوتی ہیں اور اُس کے لیے دعا کرتی ہیں، اور اللہ میاں ایسے بندے کو جنت میں بھی بھیجیں گے؛ تو دیکھو دین کا علم سیکھنے کے کتنے فائدے ہوئے۔

بچو! کیا تم جانتے ہو کہ اسلامی مہینے کی چودہ تاریخ کی رات کو چاند کی روشنی اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ تمام زمین کو گھیر لیتی ہے، اور اُس روشنی سے دوسری چیزوں کو بھی دیکھا جاسکتا ہے، اس کے برعکس ستاروں کی روشنی بہت تھوڑی ہوتی ہے کہ اپنی روشنی سے صرف وہ خود ہی نظر آسکتے ہیں، اُن کی روشنی سے دوسری کوئی چیز دیکھی نہیں جاسکتی، تو جس طرح اس چاند سے بہت سے لوگوں کو فائدہ ہوتا ہے، اسی طرح جو کوئی دین کا علم رکھتا ہے، اُسے اپنے علم سے خود بھی فائدہ ہوتا ہے کیونکہ وہ علم حاصل کرنے کے بعد اُس پر عمل کرتا ہے جس سے اللہ میاں اُس سے خوش ہوتے ہیں اور وہ اپنے کاموں میں کامیاب ہوتا ہے اسی طرح وہ دوسرے لوگوں کو بھی دین کی اچھی اچھی باتیں بتاتا ہے جس سے دوسرے بہت سے لوگ اُس کی بتائی ہوئی اچھی باتوں پر عمل کرتے ہیں، اور اُن کو بھی اُس کے علم سے فائدہ ہوتا ہے، تو دین کا علم جاننے والا شخص چاند جیسا ہے۔

---

[۱] ترمذی، باب ماجاء فی فضل الفقه .

لیکن جس شخص کے پاس دین کا علم نہ ہو تو وہ دوسرے لوگوں کو کیسے دین کی باتیں بتا سکتا ہے؟ وہ تو صرف اپنی ہی عبادت کرتا ہے، نماز پڑھتا ہے یا روزہ رکھتا ہے یا دوسرا کوئی نیکی کا کام کرتا ہے تو اپنی عبادت سے صرف اُسی شخص کو فائدہ ہوتا ہے، کسی دوسرے شخص کو فائدہ نہیں ہوتا، ایسا شخص چاند کے علاوہ دوسرے ستاروں جیسا ہے۔ اس لیے بچو تمہیں ایسا بننا چاہیے جیسا چاند ہے، کہ تم سے دوسرے لوگوں کو بھی فائدہ ہو، لیکن یہ تب ہی ہوگا جب تم دین کا علم جانتے ہوگے، تب ہی تو دوسرے لوگوں کو دین کی باتیں بتا سکو گے، پھر اُن کو تم سے فائدہ ہوگا، اور پھر تمہیں بہت سی دعائیں بھی ملیں گی، جیسے ایک مرتبہ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> اچھی باتیں سکھانے والے کے لیے اللہ میاں اور فرشتے اور آسمان میں موجود مخلوق اور زمین میں موجود مخلوق، یہاں تک کہ چیونٹیاں اپنے گھروں میں اور مچھلیاں بھی رحمت کی دعا کرتی ہیں [1]

بچو تم سوچ رہے ہوگے کہ کیا چیونٹیاں اور مچھلیاں اور دوسری مخلوقات بھی دعائیں کرتی ہیں؟

تو یاد رکھو کہ اللہ میاں نے جتنی بھی چیزیں پیدا کی ہیں، سب کی سب اپنی اپنی زبان میں اللہ میاں کو یاد کرتی ہیں اور اللہ میاں کی تعریفیں کرتی ہیں، یہاں تک کہ جن چیزوں میں جان نہیں ہوتی، اور ہم انہیں بے جان سمجھتے ہیں، وہ بھی اللہ میاں کا ذکر کرتی ہیں۔

اور دین کا علم رکھنے والے خود بھی اللہ میاں کی عبادت کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی اللہ میاں کی عبادت کرنے کے طریقے سِکھاتے ہیں، اس طرح دوسرے لوگ بھی اللہ میاں کی عبادت کرتے ہیں، اور پھر اللہ میاں اپنے بندوں سے خوش ہوتے ہیں اور اُنہیں اپنی نعمتیں دیتے ہیں، بارشیں بَرساتے ہیں، پھر بارش کے پانی سے مچھلیاں، چیونٹیاں اور دوسرے جاندار اور درخت وغیرہ ساری مخلوقات کو فائدہ ہوتا ہے، پھر یہ ساری مخلوقات اُس دین کا علم رکھنے والے کو دعائیں دیتے ہیں۔ تو بچو تمہیں معلوم ہو گیا کہ دین کا علم رکھنے والے لوگوں کو اللہ میاں، ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ساری مخلوقات کیوں پسند کرتی ہیں؟ تو اگر تم بھی ایسا بننا چاہتے ہو کہ سب تم سے محبت کریں اور تمہارے لیے دعائیں کریں تو دین کا علم حاصل کرنے اور اللہ میاں کو راضی اور خوش کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔

---

[1] ترمذی، باب ماجاء فی فضل الفقه، حدیث نمبر ۲۶۰۹.

بزمِ خواتین　　مفتی ابوشعیب

خواتین سے متعلق بنیادی شرعی احکام اور اصلاحی مضامین کا سلسلہ

زیب وزینت کی شرعی حیثیت اور حدود (دسویں وآخری قسط)

بیوٹی پارلر سے زیب وزینت کرانے کے نقصانات

معزز خواتین! آجکل خواتین اپنی زیب وزینت کیلئے مختلف کمپنیوں کی تیارشدہ متعدد قسم کی چیزیں مثلاً پاؤڈر، کریم، لوشن، ویسلین، ناخن پالش، ہیئر کلر (بالوں کو رنگنے والے محلول) لپ سٹک (سرخی) وغیرہ بکثرت استعمال کرتی ہیں خصوصاً جو خواتین کسی بیوٹی پارلر میں جا کر اپنا بناؤ سنگھار کرواتی ہیں ان کو مزین و آراستہ کرنے کے لئے اور بھی کئی طرح کے کیمیکلز استعمال کئے جاتے ہیں۔

نیز بیوٹی پارلروں میں تھریڈنگ، پلکنگ، بلیچنگ، ویکسنگ، ہیئر کٹنگ اور نہ جانے کن کن طریقوں سے خواتین کی لیپا پوتی کی جاتی ہے ان قسم قسم کے کیمیکلز کو استعمال کر کے نت نئے انداز سے زیبائش کروانے والی خواتین بظاہر اگر چہ بڑی حسین وجمیل دکھائی دیتی ہیں۔

لیکن ایک تو یہ حسن عارضی اور تھوڑی دیر کا ہوتا ہے چنانچہ جب تک کیمیکلز کے اثرات باقی رہیں گے یہ عارضی حسن بھی برقرار رہے گا اور جہاں پسینے یا پانی کے ذریعے کیمیکلز اترنا شروع ہوئے وہیں اس بیساکھیوں والے حسن کا زوال شروع ہوگیا۔

دوسرے یہ مصنوعی حسن حقیقی اور فطری حسن کا بھی ستیاناس کر دیتا ہے چنانچہ اچھی خاصی شکل وصورت رکھنے والی خاتون اگر بیوٹی پارلر میں جا کر مروجہ طریقوں سے بناؤ سنگھار کرانے کی عادی ہو جائے تو رفتہ رفتہ اس کا اصلی حسن بدنما ہونا شروع ہو جائیگا اور پھر بیوٹی پارلر سے زیب وزینت کروانا اس کی مجبوری بن جائیگی۔

چنانچہ حکیم محمد طارق محمود چغتائی (گولڈ میڈلسٹ) مشہور مغربی مفکر اور ماہر حفظانِ صحت ڈیل کارینگی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''میک اپ اب حسن نسواں کے لئے تھا لیکن جتنا نقصان اس نے حسن نسواں کو دیا ہے شاید ہی کسی چیز نے دیا ہو۔ جنگوں نے ماحول اور حالات بدلے بارود نے تباہ کاریوں کی انتہا کر

دی لیکن میں سمجھتا ہوں ان کا نقصان کم ہے جتنا نقصان میک اپ سے ہوا ہے'' (زندہ رہنا سیکھئے)

کیا آپ نے کبھی غور کیا کہ میک اپ کے سامان میں کتنا خطرناک کیمیکل استعمال ہوتا ہے اس سے کیا کیا نقصانات ہورہے ہیں جو درج ذیل ہیں:

چہرے مہاسے، کیل اور چھائیاں.......... یہ وہ امراض ہیں جو جدید سائنس نے دریافت کیں (یعنی میک اپ کی وجہ سے یہ امراض ہوتی ہیں) بے شمار ایسے واقعات معاشرتی طور پر ملتے ہیں جس سے خواتین کے خوبصورت چہرے بدصورتی میں بدل جاتے ہیں۔

ایک خاتون نئی نویلی دلہن علاج کی غرض سے لائی گئی موصوفہ کے چہرے پر سیاہ داغ اور ہلکے دانے تھے۔ تمام گھر والے پریشان تھے معلوم ہوا کہ تمام میک اپ کے کارنامے ہیں۔ اس طرح ایک غیر شادی شدہ خاتون نے اپنے بھائی کی شادی پر میک اپ کیا کچھ عرصے کے بعد چہرے پر سیاہ داغ دھبے اور لکیریں پڑ گئیں حتیٰ کہ مونچھوں اور داڑھی کے بال نکل آئے۔

اسلام نے خواتین کے لئے گھر میں آرائش حسن (صرف اپنے خاوند کے لئے) سے منع نہیں فرمایا لیکن اس کے لئے مصنوعی اور زہریلی ادویات میک اپ کی شکل میں ہمیشہ نقصان دہ ہیں اور اب تو جدید اور پڑھا لکھا طبقہ میک اپ سے دلبر داشتہ ہو کر پھر سے سادگی کی طرف لوٹ رہا ہے۔ ع

پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا (سنت نبوی اور جدید سائنس ص ۳۲۶ و ۳۲۷ ج ۱)

تیسرے یہ کہ مروجہ طریقے سے زیبائش میں غلو کرنے سے خواتین کی جلد بری طرح متاثر ہوتی ہے جس کے نتیجے میں ایسی خواتین متعدد جلدی وغیر جلدی امراض میں مبتلا ہوجاتی ہیں۔

بالوں کو مروجہ طریقوں سے آراستہ کرنے کے طبی نقصانات

اس سلسلہ میں قاہرہ میڈیکل کالج کے پروفیسر ڈاکٹر عبدالمنعم صاحب کی تحریر بڑی فکر انگیز ہے وہ لکھتے ہیں:

''اس طرح بیوٹی پارلر جا کر بالوں کی سیٹنگ کروانا، یورپ کے لحاظ سے فیشن کی طرح مختلف رنگوں سے انہیں رنگنا، بالوں کو جھاڑنے اور ان کے اندر خم دینے کے لئے مختلف غیر فطری طریقے استعمال کرنا، جس سے بال جلدی گر جاتے ہیں، ان کی جڑیں کمزور ہوجاتی ہیں یا سیٹنگ مشین کا استعمال کرنا اور کیمیاوی دواؤں کا استعمال کرنا جن میں ایسے مادے بھی شامل ہوتے ہیں جو بالوں کے لئے سخت نقصان دہ ہوتے ہیں کسی بھی عورت کے لئے ایسی چیزوں

کا استعمال مناسب نہیں کیونکہ یہ بالوں کے لئے سخت نقصان دہ ہے خواتین کو ایسی زیب و زینت اختیار کرنے سے بچنا چاہئے (ماخوذ رسالہ ''تمہارا خصوصی معالج'')

ہماری بہت ساری خواتین کو یہ معلوم بھی نہیں کہ ان کے سر کے بالوں کو کھینچ تان کر رکھنے کے کیا کیا نقصانات ہیں؟ کیونکہ بالوں کو کھینچ تان کر رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کی جڑوں پر زور ڈالا جائے اور خون کی مخصوص مقدار کو بالوں کی جڑوں میں پہنچنے نہ دیا جائے جس سے بالوں کی جڑیں کمزور ہو جاتی ہیں اور بال جلدی گر جاتے ہیں (ماخوذ از ''عورت کے لئے بناؤ سنگار کے شرعی احکام ص ۱۹ و ۲۰)

ناخن پالش استعمال کرنے کے طبی نقصانات

اسی طرح حکیم محمد طارق محمود چغتائی (گولڈ میڈلسٹ) ناخن اور جدید سائنس کے عنوان سے تحریر فرماتے ہیں:

''ناخن بھی جسم انسانی کی طرح زندہ ہیں۔ انہیں بھی آکسیجن اور ہوا کی ضرورت ہوتی ہے یہ پانی کے طلب گار رہتے ہیں اگر انہیں کوئی تکلیف پہنچے تو تمام جسم ان سے متاثر ہوتا ہے۔ ایک خاتون کو ہاتھوں پر دانے، خارش اور پیپ دار پھنسیاں تھیں۔ بہت علاج کرائے لیکن افاقہ نہ ہوا ایک ماہر امراضِ جلد کے پاس گئیں موصوف عمر رسیدہ اور بہت ماہر مانے جاتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب مریضہ کا معائنہ کر کے فرمانے لگے آپ ناخن پالش کتنے عرصے سے استعمال کر رہی ہیں مریضہ کہنے لگی گذشتہ ساڑھے پانچ سالوں سے اور مرض کو کتنا عرصہ ہوا ہے مریضہ نے جواب دیا پانچ سال سے مسلسل مرض موجود ہے ڈاکٹر صاحب نے فرمایا آپ ناخن پالش لگانا چھوڑ کر پھر مناسب مختصر علاج کریں مریضہ کا کہنا ہے کہ صرف تیسرے ہفتے میں مکمل صحت یاب ہوگئی'' (ملاحظہ ہو سنت نبوی اور جدید سائنس ج ۱ ص ۳۲۴)

موصوف آگے چل کر لکھتے ہیں:

''ناخن پالش ناخن کے مسامات کو بند کر دیتی ہے۔ مزید چونکہ ناخن پالش میں رنگدار کیمیکل ہوتے ہیں اس لئے یہ کیمیکل بے شمار امراض کا باعث بنتے ہیں خاص طور پر اس کا اثر جسم کے ہارمونزی سسٹم پر بہت برا پڑتا ہے جس سے خطرناک زنانہ امراض پیدا ہوتے ہیں'' (حوالہ بالا

ج ا ص ۳۲۵)

لپ سٹک لگانے کے طبی نقصانات

''لپ اسٹک ہونٹوں کا قدرتی حسن چھین لیتی ہے''اس عنوان کے تحت حکیم صاحب موصوف لکھتے ہیں:

''زیادہ گرم اور زیادہ ٹھنڈی اشیاء کھانے پینے سے ہونٹوں کا قدرتی حسن ختم ہو جاتا ہے اور اگر خواتین فوری علاج نہ کریں تو ہونٹوں کا قدرتی رنگ ہمیشہ کے لئے ختم ہو جاتا ہے اس امر کا انکشاف غیر ملکی جریدے کی بیوٹی رپورٹ میں کیا گیا ہے۔ رپورٹ کے مطابق نوعمری سے خواتین زیادہ گرم اور زیادہ ٹھنڈی اشیاء کھانے پینے کی شوقین ہوتی ہیں جس سے ہونٹ متاثر ہوتے ہیں بعض اوقات ہونٹوں کے ٹشوز مستقل طور پر مر جاتے ہیں ماہرین کے مطابق لپ اسٹک بھی ہونٹوں کو قدرتی حسن سے محروم کرتی ہے بالخصوص ماحولیاتی آلودگی کی تہہ جم جانے سے ہونٹوں پر بے شمار ایسے وائرس جنم لیتے ہیں جو نہ صرف ہونٹوں کی صحت خراب کرتے ہیں بلکہ دانتوں اور بعض اوقات منہ کے سارے نظام کو بگاڑ دیتے ہیں علاج نہ کرنے سے سرطان کا مرض بھی لگتا ہے ماہرین کا کہنا ہے کہ خواتین کو لپ سٹک لگانے کے چھ گھنٹے تک ہونٹوں کو کھانے پینے اور آلودگی سے بچانا چاہئے ورنہ ہونٹوں پر فنگس ہونے کے خدشات بڑھ جاتے ہیں لہٰذا خواتین کیلئے لپ سٹک مضر ہے (بیوٹی رپورٹ۔ ویکلی سن بحوالہ سنت نبوی اور جدید سائنس ج ۲ ص ۳۷۱)

یہ تو بطور مثال صرف تین قسم کے نقصانات تحریر کئے گئے ہیں ورنہ جس طریقے سے بے تحاشا زیب وزینت کیلئے بھانت بھانت کی چیزیں استعمال کی جاتی ہیں ان میں اور بھی کئی طرح کے طبی (میڈیکل) نقصانات موجود ہیں۔

اس لئے خواتین کو چاہئے کہ وہ محض شوہر کی خاطر جائز حدود میں رہتے ہوئے سادہ اور فطری طریقے سے زیب وزینت کرنے پر ہی اکتفا کیا کریں اور بیوٹی پارلروں میں جا کر مختلف قسم کے کیمیکل کے ذریعے زیبائش کرانے سے پرہیز کریں کیونکہ صحت کی حفاظت زیب وزینت کرنے کی بنسبت کہیں زیادہ ضروری ہے لہٰذا بیوٹی پارلر کے چونچلوں کی بجائے زیبائش کے سادہ طریقے اختیار کئے جائیں جن سے صحت بھی محفوظ رہے اور حسن وجمال بھی برقرار رہے۔ وفقکم اللہ تعالیٰ (ختم شد)

آپ کے دینی مسائل کاحل ادارہ

خطبہ کے وقت ہاتھ میں عصا لینے کا شرعی حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے کے بارے میں کہ خطیب کے لیے جمعہ وعیدین کے خطبہ پڑھنے کی حالت میں ہاتھ میں عصا (لاٹھی) لینا سنت سے ثابت ہے یا نہیں، اور اگر ثابت ہے تو کوئی خطیب ہاتھ میں عصا لیے بغیر خطبہ پڑھ دے تو خطبہ مکروہ وغیرہ تو نہیں ہوتا، اس کا شرعی حکم بیان کردیا جائے؟

الجواب: احادیث وروایات میں یہ ذکر ملتا ہے کہ حضورﷺ کبھی کبھی خطبہ کے وقت ہاتھ میں عصا (لاٹھی) وغیرہ کا سہارا لیتے تھے۔

لیکن علمائے کرام کی تصریح کے مطابق یہ عمل سنتِ مستحبہ ہے، سنتِ مؤکدہ نہیں، اس لیے اگر کوئی شخص حضورﷺ کی اتباع میں ایسا کرے تو سنت اور باعثِ ثواب ہے۔

البتہ کبھی عصا ہاتھ میں لیے بغیر بھی خطبہ کہہ لینا چاہیے، تاکہ عوام بوقتِ خطبہ ہاتھ میں عصا وغیرہ لینے کو سنتِ موکدہ اور ضروری نہ سمجھ بیٹھیں۔

اور بعض علماء نے خطبہ کے وقت ہاتھ میں عصا وغیرہ لینے کو مکروہ یا بدعت کہا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی وقت میں لوگ اس کو خطبے کا لازمی حصہ سمجھنے لگے تھے، جو کہ شریعت پر زیادتی ہے اور پھر اسی لیے بعض علماء نے خطبے کے وقت عصا نہ لینے کا اہتمام کرنا شروع کردیا، کیونکہ غیر ضروری عمل میں اگر کوئی خرابی پیدا ہوجائے تو اس عمل کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔

مذکورہ تفصیل مندرجہ ذیل احادیث وروایات اور اکابرین کی تحریرات وفتاویٰ کی روشنی میں ذکر کی گئی ہے:

(۱)......حضرت حکم بن حزن الکلفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک وفد کے ساتھ کچھ دن حضورﷺ کی خدمت میں حاضر رہا، اُن دِنوں میں ایسا بھی ہوا کہ:

شَهِدْنَا فِيْهَا الْجُمُعَةَ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَقَامَ مُتَوَكِّئًا عَلٰى عَصًا اَوْ قَوْسٍ

(ابوداؤد، باب الرجل یخطب علی قوس، واللفظ لہٗ، مسند احمد، باب حدیث الحکم بن حزن، حدیث نمبر ۱۷۱۸۲، سنن الکبریٰ للبیهقی جزء۳ صفحه ۲۰۶)

ترجمہ: ''جمعہ کے لیے ہم حضورﷺ کے ساتھ حاضر ہوئے، تو حضورﷺ لاٹھی یا قوس کے سہارے خطبہ کے لیے کھڑے ہوئے'' (ترجمہ مکمل)

(۲)......حضورﷺ کے مؤذن حضرت عبدالرحمٰن بن سعد بن عمار بن سعد فرماتے ہیں کہ مجھ سے میرے والد نے اپنے آباء سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا:

اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَانَ اِذَا خَطَبَ فِيْ الْحَرْبِ خَطَبَ عَلٰى قَوْسٍ وَاِذَا خَطَبَ فِي الْجُمُعَةِ خَطَبَ عَلٰى عَصَا (سنن الكبرىٰ للبيهقى جزء۳ صفحه ۲۰۶ واللفظ لهٗ ،ابنِ ماجه، باب ماجاء فى الخطبة يوم الجمعة، حديث نمبر ۱۰۹۷)

ترجمہ: ''بے شک حضورﷺ جب جنگ (کی حالت) میں خطبہ دیتے تھے تو قوس (تیر) کا سہارا لیتے تھے، اور جب جمعہ کا خطبہ دیتے تھے تو لاٹھی کا سہارا لیتے تھے'' (ترجمہ ختم)

(۳)......حضرت عبدالرحمٰن بن سعد بن عمار بن سعد سے ہی ایک دوسری روایت ہے، فرماتے ہیں:

أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَانَ اِذَا خَطَبَ فِى الْعِيْدَيْنِ خَطَبَ عَلٰى قَوْسٍ[۱] وَاِذَا خَطَبَ فِي الْجُمُعَةِ خَطَبَ عَلٰى عَصَا (المعجم الصغير للطبرانى، باب اذا خطب فى العيدين خطب على قوس الخ، حديث نمبر ۱۱۷۱)

ترجمہ: ''بے شک حضورﷺ جب عیدین کا خطبہ دیتے تھے تو قوس کا سہارا لیتے تھے، اور جب جمعہ کا خطبہ دیتے تھے تو لاٹھی کا سہارا لیتے تھے'' (ترجمہ ختم)

(۴)......حضرت براء بن عازب اپنے والد سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَطَبَهُمْ يَوْمَ عِيْدٍ وَفِيْ يَدِهٖ قَوْسٌ اَوْ عَصَا (مصنف ابنِ ابى شيبة، جزء ۲ صفحه ۶۴، حديث نمبر ۷۹)

ترجمہ: ''بے شک حضورﷺ نے اُنہیں عید کے دن خطبہ اس حال میں دیا کہ آپﷺ کے ہاتھ میں قوس تھی یا عصا تھا'' (ترجمہ ختم)

(۵)......حضرت براء بن عازب اپنے والد سے ہی ایک دوسری روایت میں فرماتے ہیں:

لَمَّا كَانَ يَوْمُ الْأَضحىٰ أَتَى النَّبِيُّ ﷺ الْبَقِيْعَ فَنوِلَ قَوْسًا فَخَطَبَ عَلَيْهَا (مصنف

[۱] القوس: آلة على هيئة هلال ترمى بها السهام (المعجم الصغير للطبرانى، باب اذا خطب فى العيدين خطب على قوس الخ، حديث نمبر ۱۱۷۱)

Idara Ghufran

عبدالرزاق، جزء ۳ صفحہ ۲۸۵، حدیث نمبر ۵۶۵۸)

ترجمہ: ’’جب عیدُ الاضحیٰ کا دن ہوتا تو حضور ﷺ بقیع تشریف لاتے تو قوس لیتے اور اُس پر خطبہ دیتے‘‘ (ترجمہ مکمل)

(۶)......حضرت ابنِ جریج سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاء سے کہا:

أَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْمُ اِذَا خَطَبَ عَلٰى عَصًا؟

قَالَ: نَعَمْ، وَكَانَ يَعْتَمِدُ عَلَيْهَا اِعْتِمَادًا (سنن الکبریٰ للبیھقی جزء۳ صفحہ ۲۰۶)

ترجمہ: ’’کیا جب حضور ﷺ خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوتے تھے تو آپ لاٹھی کا سہارا لیتے تھے؟ تو انہوں نے کہا کہ: جی ہاں، حضور ﷺ اُس پر سہارا لیتے تھے‘‘ (ترجمہ ختم)

(۷)......حضرت عبدالرزاق نے معمر سے روایت کرتے ہوئے فرمایا:

سَمِعْتُ بَعْضَ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ يَذْكُرُ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ اِذَا خَطَبَ اِعْتَمَدَ عَلٰى عَصَاهُ اِعْتِمَادًا (مصنف عبدالرزاق، جزء ۳ صفحہ ۲۸۵، حدیث نمبر ۵۶۶۲)

ترجمہ: ’’میں نے بعض اہلِ مدینہ کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ بے شک حضور ﷺ جب خطبہ دیتے تھے تو لاٹھی پر سہارا لیتے تھے‘‘ (ترجمہ مکمل)

(۸)......حضرت ہشام بن عروۃ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا:

رَأَيْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ يَخْطُبُ وَفِيْ يَدِهٖ عَصًا (مصنف عبدالرزاق، جزء ۳ صفحہ ۲۸۵، حدیث نمبر ۵۶۵۹)

ترجمہ: ’’میں نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ خطبہ دے رہے تھے اس حال میں کہ اُن کے ہاتھ میں لاٹھی تھی‘‘ (ترجمہ مکمل)

(۹)......حضرت طلحہ بن یحییٰ فرماتے ہیں:

سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ عَبْدِالْعَزِيْزِ يَقْرَأُ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ ’’أَنِيْبُوْا اِلٰى رَبِّكُمْ وَأَسْلِمُوْا لَهٗ‘‘ وَفِيْ يَدِهٖ عَصًا (مصنف ابنِ ابی شیبۃ، جزء ۲ صفحہ ۲۵)

ترجمہ: ’’میں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کو منبر پر (خطبہ دیتے ہوئے) اس حالت میں دیکھا کہ اُن کے ہاتھ میں عصا تھا، یہ آیت تلاوت کرتے ہوئے سُنا ’’أَنِيْبُوْا اِلٰى رَبِّكُمْ

وَأَسْلِمُوْا لَه'' (ترجمہ مکمل)

(۱۰)......اورایک دوسری روایت میں حضرت طلحہ بن یحییٰ فرماتے ہیں:

رَأَيْتُ عُمَرَبْنِ عَبْدِالْعَزِيْزِ يَخْطُبُ وَبِيَدِهِ قَضِيْبٌ (مصنف ابنِ ابی شیبة، جزء ۲ صفحه ۶۴)

ترجمہ: ''میں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کو منبر پر اس حالت میں دیکھا کہ اُن کے ہاتھ میں عصا تھا(ترجمہ مکمل)

فائدہ: ان سب روایات کے مجموعہ سے ثابت ہوا کہ خطبہ کے وقت فی نفسہٖ ہاتھ میں عصا (لاٹھی) لینا حضور ﷺ اور بعض صحابہ وتابعین سے ثابت ہے،لیکن کیونکہ ان میں سے کسی روایت میں بھی عصا لینے کی تاکید مذکور نہیں، اس لئے علماء نے فرمایا کہ یہ سنت ومستحب درجہ کا عمل ہے،لہٰذا اس کو اسی درجہ میں رکھنا چاہئے،اوراس کواس کے درجہ سے نہیں بڑھانا چاہئے، ورنہ یہ مکروہ عمل کے زمرے میں داخل ہو جائے گا۔
اس سلسلہ میں اکابر کے چند فتاویٰ ملاحظہ ہوں:

(۱)......امدادالفتاویٰ میں ہے:

صورت تطبیق کی یہ ہے کہ فی نفسہٖ سنت ہے مگر غیر مؤکدہ،اگر مؤکدہ سمجھا جائے گا تو مکروہ ہے

(امدادالفتاویٰ جلد۱صفحہ۴۶۲، باب صلاة الجمعة والعیدین)

(۲)......اعلاءالسنن میں ہے:

وَلَمْ يَثْبُتْ عَلَيْهِ دَوَامُهُ ﷺ، فَالْقَوْلُ بِتَأَكِّدِهِ لَايَصِحُّ، وَأَمَّا الْكَرَاهَةُ فَهِيَ تَتَحَقَّقُ عِنْدَ الْاِلْتِزَامِ، كَمَا أَفَادَهُ شَيْخِيْ، وَهٰذَا غَيْرُ خَفِيٍّ عَلٰى عَالِمٍ مُنْصِفٍ

(اعلاء السنن جلد۸ صفحه ۷۳)

ترجمہ: حضور ﷺ کا ہمیشہ عصا لینا ثابت نہیں،اس لئے عصا لینے کو مؤکدہ سنت کہنا صحیح نہیں، اور جب اس کو لازم قرار دیا جائے تو پھر مکروہ ہوگا، میرے شیخ نے یہی فرمایا ہے،اور یہ بات عالم کو سمجھنا دشوار نہیں ہے (ترجمہ ختم)

(۳)......امدادُالاحکام میں ہے:

عصا لینا بوقتِ خطبہ سنت ہے،مگر سنتِ مقصودہ نہ سمجھے، گاہے (کبھی) ترک بھی کردے (امداد

الاحکام جلدا صفحہ ۷۳۶، کتاب الصلوٰۃ)

عصا لینا مستحب ہے، لیکن اگر اس کو ضروری سمجھا جاوے اور تارک پر ملامت کی جائے تو التزام مالا یلزم (غیر لازم کو لازم کر لینے) کی وجہ سے منع کیا جائے گا'' (امداد الاحکام جلدا صفحہ ۷۵۹، کتاب الصلوٰۃ)

(۴)......حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

خلاصۂ کلام احقر کے نزدیک اس باب میں یہ ہے کہ بوقتِ خطبہ عصا یا قوس وغیرہ لینا حدیث سے ثابت اور مشروع ہے، کوئی شخص اس پر عمل کرے تو وہ قابلِ نکیر نہیں لیکن اس کی دوسری جانب بھی قابلِ نکیر نہیں ہے، کیونکہ یہ سننِ عادیہ میں سے ہے؛ جیسے امام کے لیے عمامہ اور سننِ عادیہ کا ایسا اہتمام والتزام جیسے سننِ مؤکدہ یا واجبات کا ہوتا ہے، خود اس فعل کو بدعات کی قبیل میں داخل کر دیتا ہے، اور اس کا ترک اولیٰ ہوجاتا ہے۔ ہمارے بلاد میں جبکہ خطیب ہاتھ میں خطبہ لے کر پڑھتا ہے تو بلاشبہ عصا وغیرہ لینے اور سنبھالنے میں اُلجھن اور تکلف ہوگا اور شریعت نے اس اُلجھن میں پڑنے کا حکم نہیں کیا، ایسی حالت میں ترک کر دینا ہی اسلم معلوم ہوتا ہے، ہاں کوئی حفظ سے خطبہ پڑھے تو عصاء وغیرہ ہاتھ میں رکھنا افضل ہوگا۔

الغرض اس فعل کے ترک یا عمل کو معرکۂ بحث بنانا اس کو اس کی حدِ شرعی سے نکالنا ہے، بلکہ اسلَم یہ ہے کہ کوئی کرے تو اُس پر نکیر نہ کیا جاوے اور نہ کرے تو اُس پر نکیر نہ کیا جاوے، پھر کرنے والے اگر داہنے ہاتھ میں عصاء رکھیں، یہ اقرب الی الصواب معلوم ہوتا ہے، لیکن اگر بائیں ہاتھ میں لے لیں تو اُس پر بھی نکیر نہ کرنا چاہیے، کیونکہ حدیث محتمل ہے اور صریح نقل کسی جانب موجود نہیں (امداد المفتین صفحہ ۳۸۱ تا صفحہ ۳۸۲)

(۵)......فتاویٰ محمودیہ میں ہے:

خطبۂ جمعہ کے وقت عصا کا ہاتھ میں لینا بدعتِ سیئہ نہیں بلکہ مستحب ہے، حضرت نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہے، جیسا کہ طحطاوی مصری باب الجمعہ، ص:۴۲۱، میں ہے (فتاویٰ محمودیہ مبوب، جلد ہشتم صفحہ ۲۷۰)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

محمد رضوان۔۱۵/صفر المظفر ۱۴۲۹ھ۔دارالافتاء والاصلاح ادارہ غفران راولپنڈی

کیا آپ جانتے ہیں؟ ترتیب: مفتی محمد یونس

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

سوالات و جوابات

ان مضامین کو ریکارڈ کرنے کی خدمت مولانا محمد ناصر صاحب نے، ٹیپ سے نقل کرنے کی خدمت مولانا ابرار ستی صاحب نے اور نظرِ ثانی، ترتیب و تخریج نیز عنوانات قائم کرنے کی خدمت مولانا مفتی محمد یونس صاحب نے انجام دی ہے، اللہ تعالیٰ ان سب کی خدمات کو شرفِ قبولیت عطا فرمائیں......ادارہ

---

۲۰ ربیع الاول ۱۴۲۴ھ، بروز جمعہ کے سوالات اور حضرت مدیر کی طرف سے ان کے جوابات۔

ذاتی اختلاف کی وجہ سے مسلمان سے قطع تعلقی کرنے کا حکم

سوال: بکر میرا رشتہ دار ہے، پہلے بہت اچھی طرح سلام دعا تھی اب کچھ ناراضگی کی وجہ سے اختلاف پیدا ہوگیا ہے، اب اگر میں اسے سلام کرتا ہوں تو وہ جواب دینا بھی گوارا نہیں کرتا، کیا بکر کا اس طرح کرنا گناہ کے زمرے میں نہیں آئے گا اور کیا میں آئندہ اسے سلام نہ کروں؟

جواب: حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان سے تین دن سے زیادہ کسی ذاتی مسئلے کی بنیاد پر مقاطعت (یعنی سلام وکلام چھوڑ دینا) ناجائز وگناہ اور اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ بعض مخصوص دنوں میں بہت سے بندوں کی مغفرت فرماتے ہیں، لیکن ایسے دو بندوں کی مغفرت کا فیصلہ روک دیا جاتا ہے جو دنیا داری کی وجہ سے ایک دوسرے سے ناراض ہوں، اگر دو بندوں کے درمیان کسی دنیاوی معاملہ کی وجہ سے اختلاف یا ناراضگی ہو جائے، تو انہیں چاہئے کہ تین دن گزرنے سے پہلے معاملہ صاف کرلیں، اور یہ ناراضگی دور کرلیں۔

مسلمان سے قطع تعلقی اور ناراضگی دور کرنے کے لئے سلام کافی ہے

ناراضگی دور کرنے کے لئے یہ ضروری نہیں ہے، کہ جیسی دوستی پہلے تھی ویسی ہی برقرار رکھی جائے، بلکہ حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے کہ اگر دو بندوں میں اختلاف ہوگیا اور دونوں نے ناراضگی کی شکل اختیار کر

Idara Ghufran

لی، تو ان میں سے جس نے بھی جا کر دوسرے کو سلام کر دیا وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور پکڑ سے بچ گیا، اور اگر ایک نے سلام کر دیا اور دوسرے نے جواب دے دیا تو دونوں اللہ تعالیٰ کے غضب سے بچ گئے اور اگر ایک شخص نے سلام کیا اور دوسرے نے جواب نہیں دیا، تو پھر جس شخص نے سلام کیا یہ تو بری ہو گیا اور جس نے جواب نہیں دیا وہ پکڑ میں آ گیا، کم از کم سلام تک تو معاملہ رکھنا چاہئے۔

اگر دوسرا سلام کا بھی جواب نہ دے

اگر ایک نے مخلصانہ طور پر دوسرے کو سلام کیا اور دوسرے نے جواب نہیں دیا تو دیکھنا پڑے گا کہ اس کا جواب نہ دینا کس وجہ سے ہے؟ مثلاً بعض اوقات انسان دوسرے کے ساتھ زیادتی وحق تلفی کرتا ہے جس کی وجہ سے دوسرا ناراض ہو جاتا ہے تو ایسی صورت میں معاملے کا حل صرف سلام کر لینا نہیں ہے، بلکہ اگر وہ ناراضگی کسی زیادتی یا حق تلفی کی وجہ سے ہوئی ہے، اور واقعی حق تلفی ہوئی ہے تو زیادتی کرنے والا اپنی غلطی کی معافی بھی طلب کرے، اور جو کچھ غلطی ہوگئی اس کو معاف کرائے، اب معاف کرانے کے بعد امید ہے کہ اس کا دل صاف ہو جائے گا، اور سلام کلام شروع کر دے گا، لیکن اگر اس نے اس کے باوجود سلام کا جواب دینا شروع نہیں کیا یا کوئی معقول وجہ نہیں تھی، بلا وجہ ہی اس نے علیٰحدگی اختیار کر لی، یا صرف انانیت کا مسئلہ تھا، اور اِس نے سلام کیا اور اُس نے جواب نہیں دیا، اور اس کا غالب گمان ہے کہ سلام کروں گا تو وہ جواب نہیں دے گا تو ایسی صورت میں اسے سلام کرنا چھوڑ دینا جائز ہے یہ گناہ گار نہیں ہے، اس نے ایک دو دفعہ سلام کر کے اپنی ذمہ داری پوری کر دی، اب اگر یہ سلام نہ کرے تو اب یہ گناہ گار نہیں، کیونکہ اِس کا آئندہ سلام نہ کرنا اس وجہ سے ہے کہ وہ جواب نہیں دیتا، اور ظاہر ہے کہ سلام کرنا سنت ہے اور جواب دینا واجب ہے، جب کسی شخص کو یہ معلوم ہو جائے کہ میرے سلام کرنے سے اس کے ذمے ایک واجب لازم آ جائے گا، اور وہ یہ واجب ادا نہیں کرے گا تو پھر یہ اسے خواہ مخواہ مجرم بنانے والی بات ہے، لہٰذا پھر اسے بار بار سلام کرنے کی ضرورت نہیں اگر کسی کو سلام کرنے سے اس میں تکبر بھی پیدا ہوتا ہو تو تب بھی اسے سلام کرنا چھوڑ دینے کی اجازت ہے (امداد الفتاویٰ ج۴ص ۲۷۸، ۲۷۹) (فتاویٰ محمودیہ، ج۱۹ص ۸۹ وص ۹۰ مع حاشیہ مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۲۷، مرقاۃ المفاتیح ج۸ص ۷۵۹)

کرنسی کو کرنسی سے بدلنے کی کے شرعی حکم کی تفصیل

سوال: کیا غیر ملکی کرنسی کا تبادلہ کمی بیشی کے ساتھ جائز ہے یا نہیں ہے؟

جواب: ہر ملک کی ایک کرنسی ہوتی ہے، اور ایک ملک کی کرنسی کا مقابلہ جب دوسرے ملک کی کرنسی کے

Idara Ghufran

ساتھ ہوتا ہے تو یہ دو الگ الگ جنس شمار ہوتی ہیں، مثلاً پاکستان کی کرنسی اور ہندوستان کی کرنسی، پاکستان کی کرنسی اور افغانستان کی کرنسی، پاکستان کی کرنسی اور سعودی عرب کی کرنسی تو یہ دونوں الگ الگ جنسیں ہیں، اور جب الگ الگ جنس والی چیز کا تبادلہ کیا جائے، تو اس میں اس بات کی اجازت ہے کہ کمی بیشی کر لی جائے، اور ادھار کرنے کی بھی اجازت ہے، ادھار بھی جائز ہے اور کمی بیشی بھی جائز ہے، یعنی یہ بات جائز ہے کہ آپ اپنے ملک کی کرنسی دوسرے ملک کی کرنسی کے ساتھ خرید وفروخت کریں۔

ایک ہوتی ہے بیع اور ایک ہوتا ہے قرض، دونوں میں فرق ہے، قرض وہ ہوتا ہے مثلاً ایک شخص نے قرض لیا اور ریال قرض لئے اور بعد میں اتفاق سے قرض میں اسے ریال کی بجائے روپے دے رہے ہیں، یہ تو قرض ہے، ایک باقاعدہ بیع ہوتی ہے، چاہے اسے بیع سمجھا جائے یا نہ سمجھا جائے، بیع میں یہ ہوتا ہے، کہ ایک شخص کا مقصد وہ چیز لینا ہوتا ہے جو دوسرے کے پاس ہے، اور دوسرے کا مقصد وہ چیز لینا ہوتا ہے جو اس کے پاس ہے، جیسے آپ دوکان سے کوئی چیز لے رہے ہیں تو دوکاندار کا مقصد آپ سے پیسے لینا ہے اور آپ کا مقصد اس سے وہ چیز لینا ہے، تو بیع اِسے کہا جاتا ہے، اور قرض میں ایک کی ضرورت ہوتی ہے دوسرے کی نہیں ہوتی، بہرحال جب آپ بیع کریں گے، یا تو اس وجہ سے کہ آپ کو دوسری کرنسی کی ضرورت ہے، جیسے آپ حج پر جا رہے ہیں، یا کسی اور ملک جا رہے ہیں، وغیرہ، یا آپ کے پاس کہیں سے کسی دوسرے ملک کی کرنسی آ گئی تھی اس لئے آپ اس کا تبادلہ کرنا چاہتے ہیں، یا آپ کا باقاعدہ کاروبار ہے، مثلاً آپ نے منی چینجر کی دوکان بنالی ہے، اور آپ باقاعدہ یہ کام کرتے ہیں کہ مختلف ممالک کی کرنسیوں کا تبادلہ کرتے ہیں اور اس سے نفع اٹھاتے ہیں، تو ان سب صورتوں میں، ایک ملک کی کرنسی کو دوسرے ملک کی کرنسی کے ساتھ کمی زیادتی کے ساتھ بیچنا یا خریدنا جائز ہے، لیکن اس کی ضرورت ہوگی کہ ایک شخص ایک طرف سے دوسرے کو اپنی کرنسی کا قبضہ دے دے، اگر دونوں کے دونوں ہی قبضہ دے دیں جیسے اِس نے اسی مجلس میں ریال دیئے اور دوسرے نے پیسے دے دیئے، تب تو کوئی حرج ہی نہیں، اور اگر ایسا ہو جائے کہ ایک آج دے دے اور دوسرا کہے کہ میں کل دے دوں گا تب بھی جائز ہے، لیکن دونوں طرف سے بیع کا یہ معاملہ ادھار نہیں ہونا چاہیئے، کہ دونوں ہی کل کو دیں گے۔

ایک ہی ملک کی کرنسی کا آپس میں تبادلہ

اور اگر ایک ہی ملک کی کرنسی کا آپس میں تبادلہ کیا جائے گا تو پھر مذکورہ دونوں باتیں ناجائز ہوں گی، یعنی

Idara Ghufran

ادھار بھی ناجائز ہو جائے گا اور کمی زیادتی بھی ناجائز ہوگی، خواہ یہ تبادلہ پرانے اور نئے نوٹوں کے اعتبار سے ہو رہا ہو یا بندھے ہوئے اور ٹوٹے ہوئے نوٹوں کے اعتبار سے ہو رہا ہو، ہر صورت میں کمی بیشی ناجائز ہے، اس میں بھتہ لینا جائز نہیں ہے، جیسا کہ آپ نئے نوٹ بیچتے ہیں اور ان کے بدلے پرانے نوٹ لے لیتے ہیں، یا مثلاً کسی کو سو روپے کا نیا نوٹ چاہیے تو آپ نے سو کا نیا نوٹ اس کو دے دیا مگر اس سے اس کے بدلے میں پرانے ایک سو دس روپے لے لئے، تو یہ صورت جائز نہیں ہے۔

اسی طریقے سے اگر کسی کو ٹوٹے ہوئے سو روپے کی ضرورت ہے، جیسا کہ عموماً دوکانداروں اور گاڑی والوں کو ضرورت ہوا کرتی ہے، تو ایسی صورت میں اگر کوئی کمی زیادتی کے ساتھ ریز گاری بیچتا ہے اور بندھے ہوئے لیتا ہے، تو یہ صورت جائز نہیں ہے، جیسا کہ بعض لوگوں نے یہی کاروبار اختیار کرلیا ہے، اور اب تو ایسے ایسے دلّال آ گئے ہیں کہ انہوں نے دس دس روپے کی سِکّوں کی تھیلیاں بنالی ہیں اور ہر اسٹاپ پر کھڑے ہوتے ہیں، اور یہ کام کرتے ہیں کہ مثلاً اگر کسی کو دس روپے ٹوٹے ہوئے چاہئیں تو وہ نو روپے والی ایک بنی ہوئی سِکّوں کی پڑیا دے دیتے ہیں، اور اس سے پورے دس روپے لے لیتے ہیں، یہ جائز نہیں ہے بلکہ سود ہے کیونکہ جتنی مالیت نئے نوٹ کی ہے، اتنی ہی مالیت پرانے نوٹ کی ہے، اور اسی طرح ٹوٹے ہوئے اور بندھے روپیوں کی مالیت میں بھی کوئی فرق نہیں اور حدیث شریف میں نئے اور پرانے اور عمدہ اور گھٹیا چیز کو اسی جنس کی دوسری چیز کے عوض کمی زیادتی کے ساتھ فروخت کرنے کو سود قرار دیا گیا ہے، مثلاً ایک طرف اچھی کھجور ہے اور دوسری طرف ردی کھجور ہے، تو اس کی کمی زیادتی کے ساتھ بیع جائز نہیں ہے، لہٰذا یہ بیع جو کمی زیادتی کے ساتھ ہو رہی ہے یہ سود میں داخل ہے، اس وجہ سے جب یہ کمی زیادتی ایک ہی ملک کی کرنسی کے ساتھ کی جائے گی تو کمی زیادتی کے ساتھ تبادلہ حرام ہو جائے گا اور سود میں داخل ہو جائے گا۔

پرانے اور نئے نوٹوں کا تبادلہ

پرانے اور نئے نوٹوں کا تبادلہ عام طور پر تب ہوتا ہے جب کہ ناک اونچی کرنا مقصد ہوتا ہے، مثلاً شادی میں نئے نوٹ دینا فخر سمجھا جاتا ہے، جبکہ پرانے نوٹ دینے کو فخر نہیں سمجھا جاتا، اسی طریقے سے جب کوئی رسم پیشِ نظر ہوتی ہے، مثلاً عیدی کے موقعے پر نئے نوٹ بچوں کو دینا یہ رسم سمجھا جاتا ہے، اس لئے عیدین کے موقعے پر نئے نئے نوٹ نکلوائے جاتے ہیں تو یہ کمی زیادتی کے ساتھ جو تبادلہ ہوگا یہ ناجائز اور حرام ہو جائے

گا (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو فقہی مقالات ج۱ص۱۳۱وص۳۷ تا ص۳۹ وص۴۱) (وفتاویٰ رحیمیہ ج۹ص۲۰۷وص۲۰۸)

دولہا کونوٹوں کا ہار پہنانا

اسی طریقے سے جب دولہا وغیرہ کونوٹوں کا ہار ''میں تو اسے سانپ کے پٹارے کا ہار کہوں گا'' ڈالا جاتا ہے، تو وہاں بھی کمی زیادتی کے ساتھ اس کا لین دین ہوتا ہے،اور اگر مثلاً پانچ سو روپے کے نوٹوں کا ہار ڈالنا ہے،تو اس میں اگر چار سو روپے لگے ہوئے ہوں گے تو وہ دوکاندار پانچ سو روپے لے لے گا،اگر پوچھا جائے کہ یہ ایک سو روپے کس عوض میں لئے تو کہا جاتا ہے کہ یہ بنانے کے لئے،اگر پوچھا جائے کہ آپ نے کیا چیز بنائی،کیا نوٹ بنائے؟ کہ نہیں،نوٹوں کو بس یوں لگا دیا،پھیلا دیا،پھیلانے سے کوئی نوٹ زیادہ تو نہیں بن گئے،مالیت تو اتنی ہی رہی ہے۔

اور گلے میں نوٹوں کا ہار ڈالنا اتنی بڑی اور بُری رسم ہے کہ اس میں بڑائی مقصد ہوتی ہے،اگر آپ کو دولہا کا تعاون کرنا مقصود ہے اسے ہدیہ دینا مقصد ہے تو ہدیہ تو چپ چاپ بھی دیا جاسکتا ہے،کیا ضرورت ہے سارے مجمع میں شہرت کرنے کی کہ سب کو پتہ چل جائے کہ فلاں نے نوٹوں کا ہار ڈالا ہے،اور جس نے چپ چاپ دے دیا تو پتہ ہی نہیں چلے گا،تو اس لئے اس سے شہرت اور حبِ جاہ مقصد ہوتا ہے اور شہرت کے لئے ناک اونچی کرنے کے لئے کوئی عمل کرنا اللہ تعالیٰ کو بہت ناپسند ہے (ملاحظہ ہو رجسٹر تبویب البیوع ص۲۰۴ ج۲ مرتبہ مولانا شمس الاسلام) (ورجسٹر تبویب الحظر والاباحۃ ص۱۵۰ مرتبہ مولوی محمد طارق صاحب زید مجدہ)

سوال: اسی دوران ایک صاحب نے یہ سوال کیا کہ اگر کوئی پھٹے ہوئے نوٹ لے کر اسٹیٹ بینک جائے گا تو پانچ دس روپے تو کرائے کے ہی لگ جائیں گے،تو کیا کیا جائے؟

جواب: نئے پرانے نوٹوں کا تبادلہ کمی زیادتی کے ساتھ بالکل جائز نہیں،چاہے اسٹیٹ بینک جانا پڑے یا کچھ بھی کرنا پڑے،اس کا کوئی نہ کوئی حل تو نکالنا پڑے گا،اسٹیٹ بینک چلے جائیں کہ یہ نوٹ اب قابلِ استعمال نہیں رہے اس لئے ہم آپ کو جمع کرا رہے ہیں،ظاہر ہے کہ سود سے بچنے کے لئے تو انسان کو کچھ نہ کچھ جدوجہد کرنی پڑے گی،اگر وہ یہ سمجھے کہ پانی سے بھی گذر جاؤں اور تر (گیلا) بھی نہ ہوں ایسا تو نہیں ہوسکتا (بحوث فی قضایا فقہیہ معاصرہ ص۱۶۰ از مفتی محمد تقی صاحب زید مجدہٗ)

پھولوں کا ہار پہننا

سوال: بغیر نوٹوں کے ہار پہننا کیسا ہے؟

جواب: یہ بھی ایک رسم ہی ہے، کیونکہ یا تو مصنوعی پھول ہونگے ،جن میں کوئی بھی فائدہ حاصل نہیں مردہ پھول خوشبونہیں دیں گے،اور اگر حقیقی پھولوں کا ہار ڈالیں گے تو اس کی بجائے پھول ہی پیش کردیں یا عطر پیش کردیں کہ یہ اچھی چیز ہے۔

پھولوں کا تو یہ ہوگا کہ آپ نے پھولوں کا ہار دس یا بیس روپے کا خریدا تو بعد میں اس کو ایک طرف پھینک دیا جائے گا،اس لئے آپ کو چاہئے کہ عطر جو کہ سنت ہے، وہ پیش کردیں ثواب بھی مل جائے گا اور شہرت سے بھی بچ جائیں گے،اور جو اصل مقصد ہے یعنی خوشبو کا حاصل کرنا وہ مقصد بھی حاصل ہو جائے گا،اور پھولوں کا ہار ڈالیں گے تو ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ تھوڑی دیر میں اتار کر پھینک دیں گے،اور خوشبو جو مقصد تھی وہ خوشبو کوڑے کرکٹ ،نالیوں اور پیروں کی نذر ہوجائے گی ،تو یہ بھی ایک رسم ہے (احسن الفتاویٰ ج۸ص۵۳،رجسٹر تبویب الحظر والاباحۃ،ص۵۰ب،مرتبہ مولوی محمد طارق صاحب زید مجدہٗ ،معارف السنن ج۴ص۱۶۰)

﴿بقیہ متعلقہ صفحہ ۲۹ ''ووٹ کے آداب''﴾

(۱۲)......ووٹ ڈالنے کے لیے قطار میں کھڑے ہوکر اپنی باری کا انتظار کیجیے،کوئی مجبوری ہوتو انتظامیہ یا قطار میں موجود لوگوں سے اپنا عذر پیش کر کے باری سے پہلے ووٹ ڈالنے کی اجازت حاصل کر لیجئے۔

(۱۳)......بیلٹ پیپر پر جس انتخابی نشان پر مہر لگانا چاہتے ہوں ،اس نشان کے لئے بنائے گئے ڈبے (نام یا انتخابی نشان) کے اندر مہر لگائیے۔دو ناموں یا دو نشانوں کے درمیان میں مہر لگانے سے ووٹ ضائع ہوجاتا ہے۔

(۱۴)......بیلٹ پیپر پر اپنے منتخب کردَہ انتخابی نشان پر مہر لگانے کے بعد اُس پیپر کو (چوڑائی کے بجائے) لمبائی کے رُخ میں بند کر کے بکس میں ڈالدیجئے تاکہ مہر کے نشان کا عکس کسی دوسرے انتخابی نشان پر آکر آپ کے ووٹ کو ضائع نہ کردے۔

(۱۵)......ووٹ ڈالنے کے بعد بلاضرورت اس بات کی تشہیر نہ کیجیے کہ آپ نے ووٹ کس کے حق میں استعمال کیا ہے، اور نہ ہی کسی دوسرے پر طعن و تشنیع کیجئے کیونکہ بسااوقات اس سے بھاری نقصان ہوجاتا ہے۔

(۱۶)......ووٹ کی ذمہ داری سے فراغت کے بعد اللہ تعالیٰ سے خیر وعافیت اور نیک صالح حکمرانوں کے حاصل ہونے کی دعا کیجیے،اور نتائج کو اللہ تعالیٰ کے حوالہ کر کے بےفکر ہوجائیے۔

عبرت کدہ ﴿اِنَّ فِیْ ذَالِکَ لَعِبْرَۃً لِّاُولِی الْاِبْصَارِ﴾ ابوجویریہ

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اورشخصی حقائق

حضرت اسماعیل علیہ السلام (قسط۲)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کے اسرار اور حکمتیں

(۱)......حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک طرف توخلیل اللہ ہونے کا حق ادا کیا، کہ جس وقت اور جس جگہ آپ کو مکہ سے ملکِ شام واپس چلے جانے کا حکم ملا اس بے آب وگیاہ لق ودق میدان میں اہلیہ اور شیر خوار بچے کو چھوڑ کر چلے جانے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں ذرہ بھر ہچکچاہٹ محسوس نہیں فرمائی، اس کی تعمیل میں اتنی دیر لگانا بھی گوارا نہیں فرمایا کہ اہلیہ محترمہ کے پاس جا کر ان کو کچھ تسلی دے دیں، اور یہ کہہ دیں کہ مجھے یہ حکم ملا ہے آپ گھبرائیں نہیں، بلکہ جس جگہ حکم ملا فوراً اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں چل دیے۔

دوسری طرف اہل وعیال کے حقوق اور ان کی محبت کا یہ حق ادا کیا کہ پہاڑی کے پیچھے ان سے اوجھل ہوتے ہی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کی حفاظت اور امن واطمینان عطا فرمانے کی دعا فرمائی، ان کی راحت کا سامان کردیا، کیونکہ وہ اپنی جگہ مطمئن تھے کہ حکم کی تعمیل کے ساتھ جو دعا کی جائے گی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وہ ہرگز رد نہ ہوگی۔

اور بعد کے زمانے میں ایسا ہی ہوا کہ یہ بے کس وبے بس عورت (حضرت ہاجرہ) اور بچہ (حضرت اسماعیل علیہ السلام) نہ صرف خود آباد ہوئے، بلکہ ان کے طفیل یہاں ایک شہر بھی آباد ہوگیا، اور نہ صرف یہ کہ ان کو ضروریاتِ زندگی اطمینان کے ساتھ نصیب ہوئیں بلکہ ان کے طفیل میں آج تک اہلِ مکہ پر ہر طرح کی نعمتوں کے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔

یہ ہے پیغمبرانہ استقامت اور حسنِ انتظام، کہ ایک پہلو کی رعایت کے وقت دوسرا پہلو کبھی نظر انداز نہیں ہوتا، اور یہی وہ تعلیم ہے جس کے ذریعے ایک انسان کامل انسان بنتا ہے۔

(۲)...... **غَیْـــــرِ ذِیْ زَرْعٍ**: حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم ملا کہ شیر خوار بچے اور اس کی والدہ کو خشک میدان میں چھوڑ کر ملکِ شام چلے جائیں تو اس حکم سے اتنا تو یقین

ہو چکا تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کو ضائع نہ فرمائیں گے بلکہ ان کے لئے پانی ضرور مہیا کیا جائے گا، اس لئے **بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ مَاءٍ** نہیں کہا بلکہ **غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ** فرما کر درخواست یہ کی کہ ان کو پھل اور میوے عطا ہوں خواہ کسی دوسری جگہ ہی سے لائے جائیں، یہی وجہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں آج تک بھی کاشت کا کوئی وسیع اور فطری نظام نہیں، مگر دنیا بھر کے پھل اور ہر چیز کے ثمرات وہاں اتنے پہنچتے ہیں کہ دوسرے بہت سے شہروں میں ان کا ملنا مشکل ہے۔

(۳)......عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ :اس سے معلوم ہوا کہ بیت اللہ شریف کی بناء حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پہلے ہو چکی تھی، جیسا کہ امام قرطبی رحمہ اللہ نے سورہ بقرہ کی تفسیر میں متعدد روایات سے ثابت کیا ہے کہ سب سے پہلے بیت اللہ کی تعمیر حضرت آدم علیہ السلام نے کی ہے، جب ان کو زمین پر اتارا گیا تو بطورِ معجزہ جبلِ سراندیپ سے اس جگہ ان کو پہنچایا گیا، اور جبریلِ امین نے بیت اللہ کی جگہ کی نشاندہی بھی کی، اس کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام نے اس کی تعمیر کی، وہ خود اور ان کی اولاد اس کے گرد طواف کرتے تھے، یہاں تک کہ طوفانِ نوح میں بیت اللہ کو اٹھالیا گیا، اور اس کی بنیادیں زمین میں موجود رہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو انہی بنیادوں پر بیت اللہ کی نئی تعمیر کا حکم ملا، حضرت جبریلِ امین نے قدیم بنیادوں کی نشاندہی کی، پھر یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعمیر زمانۂ جاہلیت میں منہدم ہوگئی، تو قریشِ جاہلیت نے ازسرِ نو تعمیر کی، جس کی تعمیر میں ابوطالب کے ساتھ حضور ﷺ نے بھی نبوت سے پہلے حصہ لیا۔

اس میں بیت اللہ کی صفت محرم ذکر کی گئی ہے، محرم کے معنیٰ معزز کے بھی ہو سکتے ہیں اور محفوظ کے بھی، بیت اللہ میں یہ دونوں صفتیں موجود ہیں کہ ہمیشہ معزز اور مکرم رہا ہے اور ہمیشہ دشمنوں سے محفوظ بھی رہا ہے۔

(۴)......لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کے شروع میں اپنے بچے اور اس کی والدہ کی بے بسی اور خستہ حالی کا ذکر کرنے کے بعد سب سے پہلے جو دعا کی وہ یہ کہ ان کو نماز کا پابند بنادے، کیونکہ نماز کے اندر دنیا و آخرت کی تمام خیرات و برکات موجود ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ اولاد کے حق میں اس سے بڑی کوئی ہمدردی اور خیر خواہی نہیں کہ ان کو نماز کا پابند بنا دیا جائے اور ان کے نیک اور صالح ہونے کی اللہ تعالیٰ سے دعا کی جاتی رہے۔

اور اگر چہ وہاں اس وقت صرف ایک عورت اور بچہ کو چھوڑا تھا مگر دعا میں صیغہ جمع کا استعمال فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ معلوم ہو چکا تھا کہ یہاں شہر آباد ہوگا، اور اس بچہ کی نسل چلے گی،

اس لئے دعا میں ان سب کو شریک کرلیا۔

(۵)......اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ: اَفْئِدَة فُوَاد کی جمع ہے، جس کے معنیٰ دل کے ہیں (اس جگہ لفظ اَفْئِدَة کونکرہ اوراس کے ساتھ حرف مِــنْ لایا گیا، جو تبعیض اور تقلیل کے لئے آتا ہے) اس لئے معنیٰ یہ ہوئے کہ کچھ لوگوں کے قلوب ان کی طرف مائل کردیجئے۔

امامِ تفسیر مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر اس دعا میں یہ حرف تبعیض و تقلیل کے لئے نہ ہوتا بلکہ **اَفْئِدَةَ النَّاسِ** کہہ دیا جاتا تو ساری دنیا کے مسلم وغیر مسلم یہود ونصاریٰ اور مشرق ومغرب کے سب آدمی مکہ پر ٹوٹ پڑتے، جو ان کے لئے باعثِ زحمت ہوجاتا، اس حقیقت کے پیشِ نظر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا میں یہ الفاظ استعمال فرمائے کہ کچھ لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کردیجئے۔ [1]

(۶)......وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ: ثَـمَرَاتُ، ثَمْرَةٌ کی جمع ہے، جس کے معنیٰ ہیں پھل، اور عادۃً ان پھلوں کو کہا جاتا ہے جو کھائے جاتے ہیں، اس اعتبار سے دعا کا حاصل یہ ہوگا کہ ان لوگوں کو کھانے کے لئے طرح طرح کے پھل عطا فرمایئے۔

اور کبھی لفظ ثَـمْـرَةٌ نتیجہ اور پیداوار کے معنیٰ میں بھی آتا ہے، جو کھانے کی چیزوں سے زیادہ عام ہے، ہر نفع آور چیز کے نتیجہ اور حاصل کو اس کا ثمرہ کہا جاتا ہے، مشینوں اور صنعتی کارخانوں کی مصنوعات بھی ان کے ثمرات ہی ہیں، ملازمت اور مزدوری کا ثمرہ وہ اجرت اور تنخواہ کہلائے گی جو اس کے نتیجہ میں حاصل ہوئی، قرآن مجید کی ایک آیت میں اس دعا میں ثَمَرَاتُ كُلِّ شَيْئٍ کا لفظ بھی آیا ہے، اس میں لفظ شجر کے بجائے لفظ شیئ لایا گیا ہے۔

جس سے اس طرف اشارہ ہوسکتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان لوگوں کے لئے صرف کھانے کے پھلوں ہی کی دعا نہیں فرمائی، بلکہ ہر چیز کے ثمرات اور حاصل شدہ نتائج کی دعا مانگی ہے، جس میں دنیا بھر کی مصنوعات اور ہر طرح کی قابلِ انتفاع چیزیں داخل ہیں۔ [2]

---

[1] قال ابن عباس ومجاهد وسعيد بن جبير: لو قال "افئدة الناس" لازدحم عليه فارس والروم واليهود والنصارىٰ والناس كلهم، ولكن قال من الناس فاختصوا به المسلمون (تفسير ابنِ كثير سوره ابراهيم آيت ۳۷)

[2] ثم قال: وارزقهم من الثمرات وفيه بحثان، البحث الاول: انه لم يقل وارزقهم الثمرات بل قال وارزقهم من الثمرات وذلک يدل على ان المطلوب بالدعاء اتصال بعض الثمرات اليهم، البحث الثانى: يحتمل ان يكون المراد بايصال الثمرات اليهم ايصالها اليهم على سبيل التجارات وانما يكون المراد عمارة القرى بالقرب منها لتحصيل الثمار عنها (تفسير الرازى سوره ابراهيم آيت ۳۷)

شاید اس دعا کا یہ اثر ہے کہ مکہ مکرمہ باوجودیکہ نہ کوئی زراعتی ملک ہے نہ تجارتی یا صنعتی، لیکن دنیا بھر کی ساری چیزیں مشرق ومغرب سے پہنچ کر مکہ مکرمہ آتی ہیں، جو غالباً دنیا کے کسی بڑے سے بڑے شہر کو بھی نصیب نہیں۔

(۷)......حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کے لئے یہ دعا نہیں فرمائی کہ وہ مکہ کی زمین کو قابلِ کاشت بنادیں، ورنہ کچھ مشکل نہ تھا مکہ وادی اور سارے پہاڑ سرسبز کردیئے جاتے، جن میں باغات اور کھیت ہوتے، مگر خلیل اللہ نے اپنی اولاد کے لئے یہ زراعت کا مشغلہ پسند نہ کیا، اس لئے دعا فرمائی کہ کچھ لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کردیئے جائیں، جو مشرق ومغرب اور اطرافِ عالَم سے یہاں آیا کریں، ان کا یہ اجتماع پوری دنیا کے لئے رشد وہدایت کا اور اہلِ مکہ کی خوشحالی کا ذریعہ بنے، اطرافِ عالَم کی چیزیں بھی یہاں پہنچ جائیں، اور اہلِ مکہ کو کسبِ مال کے ذرائع بھی ہاتھ آجائیں، اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمائی، اور آج تک اہلِ مکہ زراعت اور کاشت سے بے نیاز ہوکر تمام ضروریاتِ زندگی سے مالا مال ہیں۔

(۸)......**لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ**: میں اشارہ کردیا کہ اولاد کے لئے معاشی راحت وسکون کی دعا بھی اسی لئے کی گئی کہ یہ شکرگذار بن کر اس پر بھی اجر حاصل کریں۔

اس طرح دعا کی ابتداء نماز کی پابندی سے ہوئی، اور انتہا شکرگذاری پر، درمیان میں معاشی راحت وسکون کا ذکر آیا، اس میں یہ تعلیم ہے کہ مسلمان کو ایسا ہی ہونا چاہئے، کہ اس کے اعمال واحوال، خیالات وافکار پر آخرت کی فلاح کا غلبہ ہو، اور دنیا کا کام بقدرِ ضرورت ہو (معارف القرآن عثمانی بتغیر ج۵ ص۲۶۴ تا۲۶۶) ؎۱

؎۱ لعلهم يشكرون: وذلك يدل على ان المقصود للعاقل من منافع الدنيا ان يتفرغ لاداء العبادات واقامة الطاعات، فان ابراهيم عليه السلام بين انه انما طلب تيسير المنافع على اولاده لاجل ان يتفرغوا لاقامة الصلاة واداء الواجبات (تفسير الرازى سوره ابراهيم آيت ۳۷)

Idara Ghufran

طب و صحت حکیم محمد فیضان

طبی معلومات ومشوروں کا مستقل سلسلہ

چقندر (Beet Root) سلق

چقندر ایک مشہور سبزی ہے، ہندوستان پاکستان شمالی افریقہ اور فرانس، جرمنی، آئرلینڈ میں یہ کثرت سے سبزی کے طور پر کاشت کیا جاتا ہے۔ چقندر کو شلجم کی طرح گوشت میں ڈال کر سالن بنا کے اور بطور سبزی پکا کر شوق سے کھایا جاتا ہے، اس کے پتے بالکل پالک کی طرح کے ہوتے ہیں اور پالک کی طرح ان کو بھی اس کی جڑ کے ساتھ سالن میں پکاتے ہیں۔ اس سے کافی غذائیت حاصل ہوتی ہے۔ اور اس کی جڑ کو سلاد کے طور پر کاٹ کر بھی شوق سے کھایا جاتا ہے۔ اس کا رنگ عام طور پر اندر اور باہر سے سرخ ہوتا ہے۔ یورپ میں آلو کے بعد سب سبزیوں میں سے چقندر کو بہت پسند کیا جاتا ہے۔ اس کا اچار بھی ڈالا جاتا ہے اور اس کی ایک قسم سے چینی بنائی جاتی ہے، جو کہ گنے کی چینی سے مٹھاس میں کم ہوتی ہے۔

احادیث مبارکہ میں چقندر کا تذکرہ موجود ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے بیماری کے بعد اسکے کھانے کو مفید بتایا ہے۔ حضرت ابو منذر رضی اللہ عنہ روایت فرماتی ہیں کہ میرے گھر رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور ان کے ہمراہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تھے، میرے یہاں اس وقت کھجور کے خوشے لٹک رہے تھے۔ ان کی خدمت میں وہ پیش کئے گئے۔ وہ دونوں کھاتے رہے۔ اور اس دوران رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا تم اب مزید نہ کھاؤ کہ ابھی بیماری سے اٹھنے کی وجہ سے کمزور ہو پھر میں نے ان کے لئے چقندر کا سالن اور جو کی روٹی پکائی۔ اس پر نبی ﷺ نے فرمایا ہاں علی رضی اللہ عنہ تم اس میں سے کھاؤ کہ یہ تمھارے لئے مفید ہے۔ جسمانی کمزوری کے لئے چقندر بہت مفید سبزی ہے۔ چقندر جسم میں جمنے والی سیال غلاظتوں کو باہر نکالتا ہے، جسم کی حرارت کو بڑھاتا ہے۔ مہندی کے پتوں کے ساتھ پیس کر بالوں پر لگانے سے بال نرم اور چمک دار ہو جاتے ہیں۔

عربی زبان میں چقندر کو سلق۔ انگریزی میں بیٹ روٹ۔ ہندی میں چکندر۔ سندھی میں سورن کہتے ہیں۔

مزاج: اطبا کے نزدیک چقندر کا مزاج گرم وتر بعض کے نزدیک سرد وتر ہے۔ اس کا بدل شلجم ہے۔

چقندر کے چند فوائد اور خواص

چقندر میں وٹامن اے، وٹامن بی 1، بی6، بی7، اور وٹامن ای کے علاوہ کیلشیم، اور فولاد پائے جاتے ہیں۔ اس میں پوٹاشیم، سوڈیم، میگنیشیم اور فولاد خاص مقدار میں ہونے کی وجہ سے یہ چہرے کی بے رونقی، جگر کی خرابی اور دانتوں کی کمزوری کے لئے مفید ہے۔ اس سے گردہ مثانے کی صفائی ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ اعصابی دردوں، کینسر کی روک تھام، گردے مثانہ اور آنتوں کی سوزش، ورم، گیس، قبض، یرقان، پیچش وغیرہ جیسے امراض کے لئے بہت مفید ہے۔ اس کے پتوں میں پالک کی نسبت فولاد زیادہ ہوتا ہے۔ جبکہ پالک کے ساگ میں آگزلیٹ زیادہ ہوتے ہیں۔ اس لئے پالک کو زیادہ کھانے سے پیشاب میں جلن کبھی کبھار گردوں میں پتھری پیدا ہوسکتی ہے۔ جن کو پتھری اور درد گردہ کی شکایت ہوان کے لئے پالک مضر ہے جب کہ چقندر کے پتے اس نقصان دہ عنصر سے پاک ہیں۔ چقندر کی سرخ قسم کو پکا کر کھانا کمزوری اور ضعف باہ میں مفید ہے۔ اسے کافی دنوں تک کھانا درد گردہ، مثانہ اور جوڑوں کے درد کو فائدہ مند ہے۔ چقندر نسوانی اعضاء کو طاقت دیتا ہے۔ جلد کے زخموں، بفہ اور خشک خارش میں چقندر کے قتلوں کو پانی اور سرکہ میں ابال کر لگانا فائدہ دیتا ہے۔ اس مرکب کو دو چار مرتبہ سر پر لگانے سے سر کی خشکی غائب ہوجاتی ہے۔

سر درد اور دانت درد کیلئے

چقندر کے پتوں کا پانی نکال کر اگر اس کو ناک میں ٹپکایا جائے تو سر درد اور دانت درد کو فوراً دور کرتا ہے اور چقندر کے پتوں کا پانی نکال کر اس سے کلی کرنے یا اسے مسوڑھوں پر ملنے سے دانت کا درد جاتا رہتا ہے

جل جانے کے کیلئے

چقندر کے پانی کو روغن زیتون میں ملا کر جلے ہوئے مقام پر لگانا مفید ہے۔

گنج کے کیلئے

چقندر کے پتوں کا پانی نکال کر ان مقامات پر لگائیں جہاں سے بال اڑ گئے ہوں تو نئے بال نکل آتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

FaizanKhanThanvi@hotmail.com

Idara Ghufran

اخبار ادارہ

مولانا محمد امجد حسین

ادارہ کے شب وروز

□...... **جمعہ ۲۹/محرم و ۷/۱۴/صفر** کو حسبِ معمول تینوں مسجدوں میں وعظ ومسائل کی نشستیں منعقد ہوئیں، جمعہ ۷/۱۴ صفر بندہ امجد سفر پیش آنے اور ایک دوسرے مقام پر جمعہ کے وعظ کے لئے مدعو ہونے کی وجہ سے مسجد نسیم میں جمعہ نہ پڑھا سکا، مولوی امتیاز صاحب اور مولوی طارق محمود صاحب نے مسجد نسیم میں جمعہ کے فرائض سرانجام دیئے۔

□...... **جمعہ ۷/صفر** حضرت مدیر صاحب نے جناب عبدالرؤف صاحب کی بیٹی کا راولپنڈی بنی چوک کے قریب میں خواتین کے تبلیغی مرکز میں نکاح مسنون پڑھایا۔

□...... **ہفتہ ۸/صفر** شام کو قاری بہاؤالحق صاحب زید مجدہ (سابق مدرس ادارہ ہٰذا) تھوڑی دیر کے لئے تشریف لائے، باہمی دلچسپی کے بعض امور پر ان سے بات چیت ہوئی۔

□...... **ہفتہ ۸/صفر** حضرت مدیر صاحب حاجی عبداللہ صاحب کی عیادت کے لیے اُن کے گھر کوہاٹی بازار میں تشریف لے گئے۔

□...... **اتوار ۲۴/محرم و ۹/۱۶/صفر** بعد ظہر بزمِ ادب اور بعد عصر ملفوظات کی اصلاحی مجلس ہوئی۔

□...... **اتوار ۲/صفر** سے ادارہ کے شعبہ ہائے تعلیم میں سہ ماہی امتحانات کا آغاز ہوا، جو جمعرات ۶/صفر کی شام تک جاری رہا، اتوار کو شعبہ جات ناظرہ وقاعدہ بنین وبنات کا امتحان ہوا، منگل ۴/صفر کو شعبہ حفظ کا امتحان جناب قاری عبدالحفیظ صاحب دامت برکاتہم (مدیر مدرسہ زینت القرآن، پل شاہ نذر، راولپنڈی) نے لیا، اور شعبہ کتب کا امتحان منگل ۴/صفر تا ۶/صفر تین دن صبح، شام جاری رہا۔

□...... **اتوار ۸/صفر** قاری حبیب اللہ صاحب زید مجدہٗ (سابق مدرس ادارہ) تشریف لائے، بعض امور پر ان سے مشاورت ہوئی۔

□...... **اتوار ۱۶/صفر** حضرت اقدس مدیر صاحب دامت برکاتہم بمع اہلِ خانہ ایک نجی سفر پر روانہ ہوئے (بخیر رفتی وبازآمدی)

□...... **اتوار ۱۶/صفر** مولانا عبدالسلام صاحب اور مولانا صر صاحب کا لاہور کا سفر ہوا، اگلے دن واپسی ہوئی۔

□...... **بدھ ۵/۱۲/۱۹/صفر** بعد ظہر طلبہ کرام کے لئے ہفتہ وار اصلاحی بیان ہوا۔

□...... **جمعرات ۶/صفر** حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم اور دیگر اراکین جناب فرقان صاحب وعدنان صاحب کے ہاں عشائیہ پر مدعو تھے۔

Idara Ghufran

اخبارِ عالم

ابرار حسین ستی

دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم و مفید حالات و واقعات، حادثات و تغیرات

10 فروری 2008ء بمطابق 2 صفر 1428ھ: پاکستان: چارسدہ: اے این پی کے جلسے میں دھماکہ ،27 جاں بحق، وکلاء ریلی پر بدترین تشدد درجنوں زخمی و گرفتار، کل سے مکمل عدالتی بائیکاٹ احتجاجی مظاہروں کا اعلان تحریک ہائی جیک نہیں ہونے دیں گے، پاکستان بار **11 فروری**: امریکہ: پاکستان قبائلی علاقوں سے طالبان کا خاتمہ کر دے، شدت پسند اسلام آباد کے لئے خطرہ بن چکے ہیں، امریکہ پاکستان: پاکستان نے بھارتی خفیہ ایجنسی ''را'' کو دہشتگرد کارروائیوں کا ذمہ قرار دے دیا **12 فروری**: پاکستان: کابل میں متعین پاکستانی سفیر جمرود میں لاپتہ میر علی میں خودکش حملہ 7 جاں بحق، 13 زخمی پاکستان: انتخابات کے لئے حساس قرار دیئے گئے علاقوں میں فوج اور رینجرز کی تعیناتی شروع، بے نظیر پر ایک سے زائد ملزمان نے حملہ کیا، وزیرِ داخلہ افغانستان: قلعہ سیف اللہ سابق طالبان کمانڈر منصور داداللہ فائرنگ تبادلے کے بعد زخمی حالت میں گرفتار **13 فروری**: پاکستان: لاپتہ سفیر کی تلاش کے لئے آپریشن، بازیابی کے لئے ہر ممکن قدم اٹھایا جائے، صدر مشرف کی ہدایت پاکستان: دھاندلی کی صورت تحریک چلائیں گے، ملکر حکومت بھی بنائی جا سکتی ہے، نواز شریف، زرداری ملاقات میں اتفاق **14 فروری**: پاکستان: بے نظیر قتل کیس میں گرفتار ملزمان کا عدالت میں اعتراف جرم پاکستان: مغوی سفیر کو بازیاب نہ کرایا جا سکا، گاڑی برآمد، آپریشن جاری، سوات میں جمعیت کے امیدوار بم حملے میں زخمی 2 جاں بحق **15 فروری**: پاکستان: سیاسی اس قدر کامیابی کے دعوے نہ کریں کہ بعد میں دکھ ہو، صدر پرویز مشرف پاکستان: نیشنل سیکورٹی کونسل سیاست میں فوجی مداخلت کی علامت ہے، سپہ سالار اس سے الگ ہو جائیں، اے پی ڈی ایم پاکستان: نااہل حکمرانوں نے ملک داؤ پر لگا دیا عوام ووٹ کے ذریعے ظلم کی تلافی کریں نواز شریف **16 فروری**: پاکستان: انتخابی مہم آج رات 12 بجے ختم 95 بٹالین فوج تعینات، الیکشن کمیشن نے حتمی تیاریاں مکمل کر لیں پاکستان: توہین آمیز خاکوں کے خلاف احتجاجی مظاہرے او آئی سی کی طرف سے مذمت ،افسوس ہے، پاکستان **17 فروری**: پاکستان: پاڑہ چنار سوات: خودکش دھماکوں میں 42 جاں بحق 122 زخمی پاکستان: انتخابی مہم ختم، بیلٹ پیپرز کی ترسیل سمیت تمام انتظامات مکمل 8 کروڑ ووٹرز کل حق رائے دہی استعمال کریں گے **18 فروری**: پاکستان: الیکشن 2008ء پولنگ آج ہو گی، فوج الرٹ سیکورٹی سخت، دنیا کی نظریں پاکستان پر لگ گئیں، شرپسندوں کو دیکھتے ہی گولی مارنے کا حکم افغانستان: قندھار میں خودکش حملہ

،90افراد ہلاک 100 سے زائد زخمی ﷺ پرسٹینا: یورپ میں دوسری مسلم ریاست ''کوسوو'' نے آزادی کا اعلان کردیا روس اور سربیا کی مخالفت ﷺ **19 فروری:** پاکستان: الیکشن 2008ء مکمل پیپلز پارٹی پہلے، ن لیگ دوسرے ق لیگ تیسرے نمبر پر شجاعت، شیخ رشید سمیت بڑے بڑے برج الٹ گئے ﷺ پاکستان: پولنگ اسٹیشنوں پر فائرنگ راکٹ حملے، دھماکے 25 جاں بحق سینکڑوں زخمی، مجموعی طور پر حالات پرامن رہے ﷺ **20 فروری:** پاکستان: مرکز اور سندھ میں پی پی، پنجاب میں ن لیگ کی اکثریت سرحد میں اے این پی بلوچستان میں ق لیگ کا پلڑا بھاری رہا ﷺ پاکستان: عدلیہ کی بحالی سے متعلق نومنتخب پارلیمنٹ کا فیصلہ قبول ہوگا، صدر مشرف کی امریکی سینیٹرز کو یقین دہانی ﷺ نواز شریف نے اعتزاز احسن کو مشترکہ وزیراعظم نامزد کرنے کی تجویز دے دی سابق وزیراعظم زرداری اور اسفندیار ولی کی ملاقات متوقع ﷺ **21 فروری:** پاکستان: مستعفی ہونے کا کوئی ارادہ نہیں اگر عدلیہ بحال ہوئی تو اپنا فیصلہ کروں گا، صدر پرویز مشرف ﷺ **22 فروری:** پاکستان: نواز شریف، زرداری اور ولی مخلوط حکومت بنانے پر متفق ﷺ پاکستان: جھنگ ٹریفک حادثے میں ایک ہی خاندان کے 21 افراد جاں بحق، 11 زخمی ﷺ **23 فروری:** پاکستان: عدلیہ کی آزادی کو ہر صورت میں عملی جامہ پہنائیں گے، پاکستان سے امریکی راج ختم کرنے آئے ہیں، نواز شریف ﷺ پاکستان: مغوی پاکستانی سفیر طارق عزیز الدین 12 روز بعد بھی بازیاب نہ ہوسکے ﷺ **24 فروری:** پاکستان: پیپلز پارٹی سرحد اور پنجاب نے تمام امور پر فیصلوں کا اختیار آصف زرداری کو دے دیا ﷺ پاکستان: کامیاب جماعتیں ملک کو درپیش مسائل پر متفقہ لائحہ اختیار کریں مولانا سمیع الحق ﷺ **25 فروری:** پاکستان: پاکستان بچانے کا یہ موقع ضائع نہیں کریں گے، زرداری ﷺ **26 فروری:** پاکستان: راولپنڈی خودکش دھماکہ، لیفٹیننٹ جنرل سمیت 8 جاں بحق ﷺ پاکستان: ن لیگ کے سربراہ کی امریکی سفیر سے ملاقات، دہشتگردی کے نام پر لڑی جانے والی جنگ پاکستان کے مفاد میں نہیں، نواز شریف ﷺ پاکستان: گزشتہ چھ ماہ کے دوران راولپنڈی کینٹ میں 6 خودکش حملے ہوئے ﷺ **27 فروری:** پاکستان: عدلیہ کی بحالی کے لئے دونوں جماعتوں میں تحریری معاہدہ ہوا ہے، 6 ماہ تک پی پی کی غیر مشروط حمایت کریں گے، ن لیگ کا اعلان ﷺ پاکستان: توہین رسالت پر مبنی خاکوں کی اشاعت کے خلاف سینٹ میں متفقہ قرارداد مذمت منظور ﷺ پاکستان: وسط مارچ تک انتقال اقتدار اکثریت ظاہر کرنیوالی جماعت کو منتقل کردیا جائیگا، صدر پرویز ﷺ **28 فروری:** پاکستان: پی پی ن لیگ اے این پی اتحاد حکومت سازی کے لئے تیار، دوتہائی اکثریت کا اعلان، اسمبلی اجلاس بلانے کا مطالبہ ﷺ حکم امتناہی خارج، سپریم کورٹ نے قومی مفاہمتی آرڈیننس بحال کردیا۔

Rights of Fellowmen on the Day of Judgment

(Part II) **You will be quits. If the punishment turns out to be of a lesser degree than what they merited, you will be recompensed for it. If the punishment proves to be excessive, you will have to recompense the slaves. On hearing the Prophet's reply, the enquirer drew aside and began to cry. The Prophet (P.b.u.h) there upon, said to him, "Have you not heard the Quranic verses:**

We shall set up scales of justice for the Day of Judgement, so that not a soul will be dealt with unjustly in the least. And if there be {no more than} the weight of a mustard seed, we sill bring it {to account} and enough are We to take account."

The man (R.A) said, "Then, O! Prophet of God, (P.b.u.h) the best thing for me is to send them away {in the name of God}.I declare before you that I have set them free and now they are free from me"

Commentary:-Such is the resplendent beauty of Faith and this is what is expected of truthful Believers. When they fear the loss of the Hereafter in any thing they should give it up immediately however disadvantageous it may appear from the worldly point of view. (from: Meaning and Message of the Traditions. Vol:1 section xxi)

Anas (personal attendance of the prophet) narrates that (once) he asked the Apostle of God if he would intercede on his behalf on the Day of Judgment. "I will "The Prophet replied, "So, where should I look for you on the Judgment Day? "enquired Anas." Where you need me, first of all look for me at Sirat (The Bridge)."said the Prophet."(section xxvi)